



امیڈ مشن - حسین آباد - لکھنؤ

۳۵۶  
آرامیہ سن لکھنؤ کا چوتھا تبلیغی رسالہ

۱۰  
۱۱  
۱۲  
۱۳  
۱۴  
۱۵  
۱۶  
۱۷  
۱۸  
۱۹  
۲۰  
۲۱  
۲۲  
۲۳  
۲۴  
۲۵  
۲۶  
۲۷  
۲۸  
۲۹  
۳۰  
۳۱  
۳۲  
۳۳  
۳۴  
۳۵  
۳۶  
۳۷  
۳۸  
۳۹  
۴۰  
۴۱  
۴۲  
۴۳  
۴۴  
۴۵  
۴۶  
۴۷  
۴۸  
۴۹  
۵۰  
۵۱  
۵۲  
۵۳  
۵۴  
۵۵  
۵۶  
۵۷  
۵۸  
۵۹  
۶۰  
۶۱  
۶۲  
۶۳  
۶۴  
۶۵  
۶۶  
۶۷  
۶۸  
۶۹  
۷۰  
۷۱  
۷۲  
۷۳  
۷۴  
۷۵  
۷۶  
۷۷  
۷۸  
۷۹  
۸۰  
۸۱  
۸۲  
۸۳  
۸۴  
۸۵  
۸۶  
۸۷  
۸۸  
۸۹  
۹۰  
۹۱  
۹۲  
۹۳  
۹۴  
۹۵  
۹۶  
۹۷  
۹۸  
۹۹  
۱۰۰

مطبوعہ نواز قومی پریس کونٹریکٹنگ لکھنؤ

# امامیہ مشن لکھنؤ کے گرانٹ کارنامہ

— — — — —

فائز حیدر کا مذہب یہ وہی مقبول عام کتاب ہر جگہ ایک نسخے ایک مہینہ کے اندر مکتون فروخت ہو گئے اور اب اس کا دوسرا ایڈیشن باضافہ بعض مطالبہ طبع ہوا ہے جو بہت تیزی کے ساتھ فروخت ہو رہا ہے قیمت ۲۲/ خرچہ ڈاک ۱۰/

تحریف قرآن کی حقیقت اس کتاب میں قرآن مجید کی غلط اور دیگر کتب سماویہ کے مقابلہ میں اس کا اقبال تحریف قرآن پر فریقین کے نقطہ نظر سے بحث اور ایمان بالقرآن کی حقیقت ان تمام مطالب کو انتہائی جامعیت کے ساتھ بیان کیا گیا قیمت ۵/ خرچہ ڈاک ۱۰/

مکمل و کعبہ یہ رسالہ بھی حضرت سید العلماء ام غلامہ کے چند بیش بہا مضامین کا مجموعہ ہے اور بیا دگار ولادت حضرت امیر المومنین علیہ السلام ۲۰/ ۲۰/ کے طبعی جزو پر شائع کیا گیا ہے قیمت ایک آنہ خرچہ ڈاک دو پیسہ

چلنے کا پتہ

سید بن حسین آنریری سکریٹری امامیہ مشن حیدر آباد لکھنؤ

Accession  
No.

# معارف

مصنف

حضرت علامہ مولانا السید رفیع صاحب قلم و قریب  
عبدالحق صاحب قلم و قریب

# امامیہ لکھنؤ کی چوتھی تبلیغی مہم

## بیادگار ولادتِ سرمدی عصر ہند منتظرِ عجل الشرف

۱۵ ارشعبان ۱۳۵۱ھ

اس سے قبل تین رسالے "قاتلانِ حسین کا مذہب"، "تحریفِ قرآن کی حقیقت" اور "مولودِ کعبہ" شائع کئے جا چکے ہیں اور اب یہ چوتھا رسالہ ایک ایسے اہم موضوع پر شائع کیا جا رہا ہے جسکی فی زمانہ ساخت ضرورت تھی ہم کو قومی آئید ہو کہ اس سالہ کی بھی زائد سے زائد تعداد مومنین خرید فرما کر غیر اقوام میں مفت تقسیم فرما کر عند اللہ وعند الرسول ماحور ہونگے اور ہماری مہم افزائی فرما دیں گے۔ فقط



خادمِ ملت  
سید ابنِ حسینِ عفی عنہ  
آزادی کے نثری امامیہ مشن لکھنؤ



۱۶۶۲

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

۱۶۶۲

الحمد لله رب العالمين والصلاة على سيدنا النبيين وآله

الطاهرين :-

ذہنیوں کا اختلاف دنیا میں عجیب عجیب کرشمہ دکھلاتا رہا ہے، کون کسے  
ایسا ہے جس میں آراء و افکار ایک نقطہ پر جمع ہوئے ہوں اور اس میں کوئی  
اختلاف پیدا نہ ہوا ہو یہاں تک کہ ظاہری حواس سے جو چیزیں تعلق رکھتی  
ہیں وہ بھی اس سے متشتی نہ رہیں۔ سوسفٹیوں نے بدہیات کے وجود سے  
بھی انکار کر دیا اور حقائق عالم کو خواب پریشان کے مثل بے حقیقت سمجھ لیا۔  
اکثر حسی چیزیں طویل عرصہ تک دریافت ہونے سے محروم رہیں اس لئے کہ  
وہ ذرائع و آلات موجود نہ تھے جن سے انکا ادراک کیا جاسکے۔

بانی کے جراثیم اور ہوا میں مخلوط شدہ ذرات اسی وقت احاطہ محسوس  
میں داخل ہوئے جب آلات کثیرہ و کمرا سکوپ نے ایک ایک چیز کو ہزار ہزار گنا  
بڑا کر کے دکھانے کا بیڑا اٹھایا اور دور ترین آوازیں اس وقت گوش گزار ہوئے  
کے قابل بن گئیں کہ جب تاریہ تاریہ کے فضائی پنیامون کی بجائے  
دنیا کو ایک رشتہ میں منسلک کر دیا۔

JUNG P.

پھر جب ظاہری ادراکات کے حدود میں موجود ہونے والے اشیاء تو لے  
ادراک کے نقص کی وجہ سے ہزاروں صدیوں تک مندرجہ حالت بنے رہ سکتی ہیں  
تو جو چیزیں آنکھوں سے اوجھل اور ظاہری ادراکات سے بالاتر ہوں انہیں  
انسانی خیالات ٹھوکر بن کھائیں تو کچھ بعید نہیں ہے۔

لیکن جس طرح ظاہری حواس کے عجز و قصور کا علاج وہ آلات و ذرائع  
تھے جن سے انکے ادراکات میں مدد ملی اسی طرح خارج از حواس ادراکات کیلئے  
اولہ و براہین وہ ہیں جو نقاب خفا کو اٹھا کر خفی کو ظاہر اور مشتبه کو متیقن  
بنا سکتے ہیں اور یہی ذریعہ وہ ہے جس سے حقائق غیبیے ادراک کا دروازہ کھلتا ہے  
حضرت دلی مطلق حجت عصر عجّل اللہ فرجہ کے وجود اور حضرت کی غیبت کا  
مسئلہ ایسا ہے جس میں خیالات نے بہت ٹھوکر بن کھائی ہیں اور اکثر لوگ نقطہ  
حقیقت سے دور ہی رہے ہیں۔

خصوصاً موجودہ زمانہ میں جبکہ مادیت کا دور دورہ ہے اور روحانیت  
تقویر پارہ نہ ہوتی جاتی ہے اور موجودہ فلسفہ کی بنیاد کو ذاتی مشاہدات پر مبنی  
سمجھ کر لوگ مافوق الطبیعیہ قویٰ اور انکے برکات کو خیال موہم جانتے اور وہ  
ہر چیز کو ظاہری حواس سے آزمائنے کے متوقع نظر آتے ہیں وجود و حجت کے انکار  
کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہو گیا ہے یعنی علامہ ان افراد کے جوابے مذہبی  
مسکک کی بنا پر انکار ضروری سمجھتے ہیں ایسے اشخاص کی کافی تعداد پیدا ہوئی

ہر جو اس قسم کے عقائد کو روشن خیالی کے خلاف سمجھتے ہوئے انکے انکار کو اپنی  
بلند نظری کا معیار جانتے ہیں۔

تیسری طرف بہت سے خوش عقیدہ مسلمان جو ذاتی حیثیت سے نہ زمانہ  
کی ہوا سے مادیت کے دلدادہ اور نہ مذہبی لحاظ سے وہ وجودِ حجت کے عقیدہ سے  
منافرت رکھتے ہیں۔ زمانہ کے مشکلات اور مدت غیبت کے صبرِ زما طویل انتظار  
کے مقابلہ میں شکست کھا کر اپنے مستحکم عقیدہ کو کھو بیٹھے ہیں اور اگر نفی کے دائرہ  
میں قدم نہ بھی رکھیں تو متزلزل ضرور ہیں۔

چوتھی جانب وہ شخص جن کو اپنے ذاتی مفاد کے لئے ناواقف مسلمانوں کے  
عقائد سے کھیلنے میں لذت محسوس ہوتی ہے انھوں نے اپنے تئیں ہمدی آخر الزماں  
بنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا اور وہ اگرچہ گزر گئے، باوجودیکہ دنیا قائم ہے جو خود  
انکے ادعائے ہمدیت کی ایک بین شکست تھی لیکن انکے سادہ لوح متقدربین  
دنیا کو انکی ہمدویت کا حلقہ بگوش بنانے کے لئے انتہائی طاقت صرف کرتے ہیں  
انکے نزدیک اب کسی ہمدی موعود کے وجود کی ضرورت نہ رہی اسلئے کہ انکے خیال  
کے مطابق ہمدی کا ظہور افسانہ ماضی بنچکا ہے۔

اس صورت حال کی بناء پر ضرورت اسکی محسوس ہوتی ہے کہ وجودِ حضرت  
حجت کے مسئلہ کو سبھ سے پہلے بیانات کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کیا جائے  
جس میں انتہائی بے تمیزی و رواداری کے ساتھ نقطہ حقیقت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔



اس لئے کہ مناظرانہ ٹوک جھونک اور الزامی اعتراضات و جوابات کشتی شکل کا  
میچ جل نہیں ہو سکتے، ادہ وقتی حیثیت سے فریق مقابل کی زبان میں گرہ  
اور لبوں میں قفل ڈال دین اور اس سے عجز کا اقرار بھی کرالین لیکن رہ ضمیر کو  
سرنگون بنا کر اس سے اعتراف نہیں کر سکتے۔

اُسکے لئے تو ضرورت ہو کہ دل میں خلش کرتا ہوا کاٹھا اور چھپتی ہوئی  
بھانسن بھل جائے اور وہ جی بھی ہوگا کہ جس وقت شک شبہ کے تمام اسباب پر  
منصفانہ بحث کر کے دنیا کو صبر و سکون سے اُن پر غور کرنے کا موقع دیا جائے  
بحالت موجودہ اسی مقصد کو پیش نظر رکھ کر اس رسالہ کی بنیاد ڈالی گئی  
ہے مجھ کو یہ توقع نہیں ہو کہ اپنے موجودہ محو و دروقت و فرصت میں میں اس  
مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر مکمل روشنی ڈال سکوں گا اور اسی بنا پر میں اس  
رسالہ کو اس سلسلہ کی پہلی قسط سمجھتا ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ آئندہ  
مناسب مواقع پر اس موضوع کے متعلق انشاء اللہ دیگر رسائل کی شاعت  
ہوتی رہے گی۔

## غیر کا اعتقاد

”غیب“ یعنی ان دیکھی باتوں کا اقرار انسان کی زندگی میں ناگزیر ہے

وہ لوگ جو اپنے تمام معلومات کی بنیاد مشاہدات پر قرار دیتے ہیں اور عقلی اولہ کا نام سنکر کانون پر ہاتھ رکھتے ہیں ان کو بھی گھوم پھر کر عقلی نظریات کے سامنے سر جھکانا ہی پڑتا ہے۔

مادین کے مقابلہ میں ہم نے کافی شرح و بسط کے ساتھ اس امر کو پایہ ثبوت تک پہنچایا ہے کہ کسی نتیجہ تک پہنچنے کے لئے براہین عقلیہ کے بغیر حارہ کار نہیں ہے۔

یہاں تک کہ وہ چیزیں جو تا مگر محسوسات پر مبنی سمجھی جاتی ہیں ان میں بھی جب تک ایک مقدمہ عقلیہ کا ضمیمہ نہ لگے اس وقت تک نتیجہ بکھٹنا محال ہے۔ اور وہ مقدمہ عقلیہ ہمیشہ ظاہری احساسات سے خارج ہوتا ہے۔

تھرمیٹر سے بخار کی تشخیص کرنے والے ڈاکٹر لاکھ کہیں کہ ہمارا علم شاہد پر مبنی ہے اور ان کا یہ کہنا ظاہری نظر میں صحیح بھی ہو اس لئے کہ حقیقت وہ اپنی آنکھ سے پارہ کو خاص درجہ پر دیکھ کر حکم لگاتے ہیں لیکن گہری نظر سے دیکھنے پر معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کا تنگ بنیاد وہ تلامذہ ہیں کہ جو مقدار حرارت اور پارہ کی رفتار میں پایا جاتا ہے اور یہ تلامذہ عقلی ہے جس نے ظاہری حواس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اس تلامذہ کی بنا پر پارہ کی رفتار سے جسمانی حرارت کا پتہ لگانا اثر ہے مگر ثبوت ہم پہنچانا نہیں تو کیا ہے اور اسی کا نام برہان الہی ہے، لیکن

ہے اور اسی کا اعتقاد وہ ہر جس پر مذہب کی بنیاد قائم ہے۔  
ایک انسان جب مذہب کے دائرہ میں قدم رکھتا ہے تو اسی وقت اس  
غیبی طاقت کے سامنے سر جھکا دینا پڑتا ہے کہ جس کا مشاہدہ اس نے بیداری  
میں کیا خواب میں بھی نہیں کیا ہر اور نہ ہو سکنے کی توقع ہو لیکن فطری  
حیثیت سے اپنی رگ رگ کے اندر اسکے اعتقاد اور کامل یقین کو بجلی کی طرح  
دوڑے ہوئے پاتا ہے، وہ اپنی زندگی اور زندگی کے ہر نفس میں اس کے  
قدرت کی نشانیوں کو مضمر پاتا ہے لیکن خود اس کا نشان نہیں ملتا۔ وہ  
آنکھ نہ کر کے بھی اپنی دنیا کو اسکے جلوہوں سے معمور دیکھتا ہے لیکن آنکھ  
کھول کر عالم کے چپے چپے کو ڈھونڈھ ڈالتا ہے اس کا جلوہ کہیں نظر نہیں آتا  
وہ غیبی، اور مکمل غیب، وہ ایسا نہیں کہ اپنی آنکھوں نے نہ دیکھا ہو  
لیکن دوسرے لوگوں سے اسکے چشم دید معلومات ہم پہنچے ہوں، ایسا بھی  
نہیں اسلئے کہ اسکے مشاہدہ جمال کی پابندی ان کسی خاص آنکھ سے مخصوص  
نہیں بلکہ اس کا پر وہ غیب اتنا ہمہ گیر ہے کہ جس سے کوئی تشنہ نہیں ہر  
اسکی غیب کسی محدود وقت صدی دوسری ہزار دو ہزار سال کی مدت  
سے مقید بھی نہیں ہر کہ جسکے قبل اسکے مشاہدہ کرنے والوں کے بیانات نے  
اسکے وجود کا پتہ دیا ہو بلکہ وہ ایسی غیبت ہے جو زمانہ کے ابتداء و انتہاء  
کے حدود سے بالاتر ہے۔

عقیدہ الوہیت کی منزل کو طے کرنے کے بعد اُسکی آنکھوں کے سامنے  
شرائع و نبوت کا مرحلہ آجاتا ہے اور اُس میں مختلف راستوں کو دیکھ کر اسکے لئے  
ناگزیر ہے کہ وہ کسی نہ کسی راستہ کا سالک ہو جائے۔

انبیاء و مرسلین کا وجود اپنے اپنے زمانہ میں اگرچہ تعینات کا پابند اور  
حواس ظاہر سے محسوس ہے لیکن آنے والی نسلوں کے لئے وہ بھی غیب کی نوعیت  
رکھتا ہے اور اُس کا اعتقاد صرف مشاہدہ پر مبنی نہیں ہے۔

اسکے بعد انبیاء کے تعلیمات اور تبلیغی ہدایات اسکے سامنے ایک وسیع  
میدان غیبی اعتقادات کا پیش کر دیتے ہیں، حشر، نشر، حجت، دوزخ، حساب  
کتاب، غرض یومِ معاد کا عقیدہ جو اگرچہ کسی نہ کسی نوعیت کے ساتھ ہر مذہب  
میں پایا جاتا ہے لیکن مکمل طور پر اسلام میں پیش کیا گیا ہے وہ اپنے ساتھ غیبی باتوں  
کے اعتقاد کا ایک بڑا مبسوط باب سامنے لاتا ہے جسکے تسلیم کرنے سے ایک  
پابند مذہب کے لئے گریز ممکن نہیں ہے۔

اسلامی کتاب محکم قرآن مجید کے تسلیم کرنے پر انسان کو مجبور ہونا پڑتا ہے  
کہ وہ ملائکہ کے وجود کا بھی قرار کرے اور وہ عقول مجرودہ نہیں بلکہ اجسام لطیفہ  
نورانیہ ہیں اور نظروں سے غائب ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ مذہب کی بنیاد غیب کے اعتقاد پر ہے یعنی جو کسی غائب چیز پر  
ایمان کو اپنے ذوق مشاہدہ کے لئے تنگ سمجھتا ہو اسے آخری نقطہ سے لیکر اوّل

تمام حقائق مذہب کا انکار ضروری اور دنیا کے تغیرات کو ذرات مادہ کے تفعلات کا نتیجہ سمجھنا لازمی ہے۔

لیکن لطف یہ ہے کہ مادیت کو اپنے درد کا مادہ سمجھ کر اختیار کرنا بھی غیب کے اعتقاد سے پورا اچھکا رہا نہیں دیتا، اسلئے کہ ذرات مادی یعنی جو ہر فردہ کے متعلق آنکے ماننے والے خود معترف ہیں کہ وہ بڑی سے بڑی خوردبین سے بھی دیکھنے کے قابل نہیں ہیں اور نہ اب تک ان کا مشاہدہ ہو سکا ہو۔ اور اسی طرح طبیعت کی طرف لو لگانے والوں سے پوچھو کہ تم نے کبھی طبیعت کو دیکھا بھی ہے ؟  
تو جواب نفی ہی میں ملے گا۔

دنیا لاکھ حکم لگائے لیکن اُسے غیب کے سامنے سرنگون ہونا ضروری ہو اور اُس سے اچھکا رہنا ناممکن ہو۔ قرآن کریم نے صاف غیر مبہم لفظوں میں غیب کے عقیدہ کو اہمیت دی اور ارشاد کیا۔

ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ  
بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُوْنَ۔

”یہ کتاب قرآن مجید بے شبہ ہے، وہ رہنما ہے متقین کا (متقین کون) وہ جو غیب پر ایمان لائے ہیں اور نماز کو قائم کرتے اور ہمارے دئے ہوئے اموال سے زکوٰۃ دیتے ہیں۔“

اس طرح ایمان کا رکن اعظم غیب کا اعتقاد قرار پایا اور وہی تمام اصول

عقائد کا سنگ بنیاد اور اصل و اساس ہے۔

اور اس بنا پر ایک صاحب مذہب اور ثابت العقیدہ مسلمان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی حقیقت کا اس بنا پر انکار کرے کہ وہ آنکھوں سے غائب ہے۔ جبکہ وہ کار ساز عالم کے وجود کا اقرار کر چکا اور وہ غائب ہوا نبی کی صدقت کو تسلیم کر چکا اور وہ اسکی آنکھوں کے سامنے نہیں روزِ حشر اور اسکے خصوصیات نیز حجت و دوزخ کا اقرار کر چکا حالانکہ وہ غائب ہیں۔ ملائکہ پر ایمان لا چکا اور وہ اسکی آنکھوں سے غائب ہیں۔ غرض قرآن مجید اور تعلیمات رسول کریم کے تحت میں بخدمِ کمینی باتوں پر اسے ایمان لانا پڑا جو اس کے مشاہدہ و ملبس میں۔ اتنی غیبی باتوں پر ایمان لانے کے بعد بھی کیا اس کا موقع ہو کہ وہ کسی عقیدہ کو اس لئے رد کر دے کہ وہ مشاہدہ سے خارج اور غیب پر مبنی ہے۔

## غیب کے اعتقاد کا معیار

اس میں شبہ نہیں کہ ان دیکھی باتوں کے سلسلہ میں تو ہم پرستیوں کی کار فرمائی اکثر ایسے خیالات کا پابند بنا دیتی ہے جو بالکل بے بنیاد ہیں اور کسی صحیح مستند پر مبنی نہیں ہیں۔ جاہلی عربوں کے خرافات اور قدیم ہندوستانیوں کی دھرمی اعتقادات اور چینیوں کے بے بنیاد توہمات میں اس قسم کا کافی ذخیرہ موجود ہے۔

اور اس لئے غیب پر اعتقاد کے سلسلہ میں دو باتوں کا لحاظ ضروری ہے۔

(۱) یکہ وہ اعتقاد خلاف عقل یعنی عقلی نقطہ نظر سے غیر ممکن الوقوع نہ ہو  
 خلاف عقل کے تحت میں وہی چیز میں داخل ہو سکتی ہیں جن کے ممتنع اور ناممکن ہونے پر  
 عقلی دلیل قائم ہو لیکن صرف مقررہ نظام عادت کے خلاف ہونا اس کے محال سمجھے جانے کی  
 سند نہ ہوگا۔ کتنے حوادث انہ میں ایسے ہوتے رہتے ہیں جو نظام عادی کی خلاف میں خیرات و ایجابات  
 کی کثرت و ذرات انہ ایسے نمونے پیش کرتی رہتی ہیں جن کا نام لینا ایک وقت میں محکمہ خیر سمجھا جاسکتا تھا  
 پھر جب انسان اپنے محدود ادارہ کا رنگ دیکھتا اپنی ذاتی متشکافی و بلند پروازی کو مقرر نظام طبع کے پڑے کو  
 چاک اور شیرازہ کو منتشر کر سکتا ہو تو اس سے مانوق طاقت جو اس نظام عادی کی مقرر  
 کرنے والی اور موجودہ مختصرات و صنائع کے اصلی مواد میں اس نظام کو توڑ دینے والے  
 حیرت انگیز خواص و آثار کی ودیعت کرنے والی ہے کمال سبب سے عاجز ہو سکتی  
 ہے کہ وہ مخصوص مصالح کے تحت میں دنیا کے سامنے قانون عادت کے خلاف  
 مظاہرات کی نمائش کرے معجزات انبیاء کا تعلق بھی ایسی ہی باتوں سے  
 ہو اگر تاہم جو کہ مقررہ نظام دنیا کے خلاف ہیں لیکن کسی عقلی بدایت یا نظریہ کے  
 خلاف نہیں ہیں اور نہ ان کے محال ہونے پر کوئی دلیل قائم ہے۔

(۲) یکہ اس اعتقاد کی حقانیت پر کوئی مستند عقلی دلیل یا نقلی کہ جس کا اعتبار  
 یقینی طور پر ثابت ہو گیا ہو موجود ہو اور چونکہ نقلی دلیل کی صداقت بھی خرمین  
 عقلی فیصلہ کی بنا پر پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے اس لئے کسی اعتقاد کی حقانیت کا انتہائی

مستند ہر عقل پر جس میں شک شبہ کی آلائش نہ ہو۔

اس معیار کے مطابق کسی غیبی امر پر ایمان لانے والے اور اُس کے منکر کے دلائل میں دو مطالبہ ہیں جو تبادلہ حقوق کے طور پر ایک کی جانب سے دوسرے پر عائد ہوتے ہیں۔

منکر کی جانب سے تو اس مطالبہ کے پیش کئے جانے کا حق ہے کہ اُس غیبی عقیدہ کا مستند کیا ہے اور کونسی عقلی و نقلی دلیل ایسی ہے جو اُس عقیدہ کا پابند بنا سکتی ہو اور مدعی کی جانب سے اس مطالبہ کا حق ہے کہ یہ عقیدہ کس عقلی ہدایت یا نظریہ کے خلاف ہو اور اُس کے غیر ممکن الوقوع ہونے کی کیا دلیل ہے؟

اگر فریق اول کو اُس کے مطالبہ کا تسکین دہ جواب مل گیا یعنی اُس کے سامنے اولہ وبراہین کی صف بندی اس طرح ہو گئی جو اُس عقیدہ کو بایہ ثبوت تک پہنچانے کی ضامن ہو اور فریق ثانی کا مطالبہ پورا نہیں ہوا یعنی اُس کے غیر ممکن ہونے پر کوئی دلیل ٹھیک نہ ثابت ہوئی تو یہ اُس غیبی اعتقاد کی صداقت و حقاہیت کا مستند اور اُس کی سچائی کا مکمل ثبوت ہو گا۔

## دنیا میں انکارِ غریب کے کرشمے

یہ تنگ خیالی نہیں تو کیا ہے کہ انسان اپنی دنیا کو محسوسات میں محدود سمجھ لے اور محسوسات بھی وہ نہیں کہ تاہ نظری کی حد میں قائم ہیں۔



تاریکی میں آنکھ کھولنے والا عالم کو سیاہی کا موزن دریا اور اپنے ہی اپنے کو  
اُس کا شنا در اور کال کو ٹھری میں زندگی گزارنے والا دنیا کو کال کو ٹھری کی  
چار دیواری کا نام خیال کرے۔

اسکے معنی یہ ہونگے کہ گور کے کیردن کی دنیا وہی گور کی اندرونی فضا ہے  
اور بس۔ باوجودیکہ قوت عاقلہ جو نزع بشر کے لئے طرہ امتیاز ہے اور جس کا کام  
نظر میں وسعت پیدا کر کے غیر محسوس اشیا پر حکم لگانا اور محسوس جزئیات کی کلی صورت  
کا جو اپنی کلیت کے ساتھ غیر محسوس میں استخراج کرنا ہے وہ اس تنگ خیالی کی  
دشمن اور کوتاہ نظری کے لئے حریف مقابل ہے لیکن افراد بشر کے اوپر وہم کی  
کاربردازی اکثر عقل کی بلند نظری سے زیادہ غالب آجاتی ہے اور محسوسات  
کے ساتھ کامل انس و محبت اُس کو غیر محسوس حقائق تک باور کرنے سے روک دیتا ہے  
اور اس طرح حقائق غیب کے انکار کا دروازہ کھلتا ہے۔

فلسفہ مذاہب اور تاسیخ ادیان کا مطالعہ اس کا اندازہ کرتا ہے کہ دنیا  
ہمیشہ طرح طرح سے غیب کی باتوں کا انکار کرتی رہی، اُس کی طبیعت پر غیب کا  
اعتقاد اتنا گراں محسوس ہوتا ہے کہ وہ کسی غیبی اعتقاد کے نقطہ پر بغیر ٹھکے ہوئے  
آگے نہیں بڑھتی۔

پہلی منزل پر رکنے کے بعد اگر قدم آگے بڑھ گیا تو ممکن ہے دوسری منزل  
قدم کو روک دے اور دوسری کے آگے تیسری منزل سنگ راہ ثابت ہو اور اگر

عقل نے یاوری کر کے لفظی حثیت سے غیب کا اقرار کر دیا تو منی کے اعتبار سے غیب کو شہود بنانے کی کوشش ضروری سمجھی گئی۔

سب سے پہلے اولین نقطہ تحقیق یعنی غیب الغیب حضرت احدیت کے وجود میں اختلاف پیدا ہوا، بہت سے لوگوں نے اس عالم کے لئے کسی خدا کے وجود ہی کو ضروری نہ سمجھا اور وہ چند فریقی پر منقسم ہو گئے۔

ایک وہ کہ جو اس عالم کو ذرات مادہ جو ہر فردہ کے تفعلات کا نتیجہ قرار دیتے ہیں، اُن کا خیال ہے کہ وہ ذرات جن سے فضا عالم ملو ہے ذاتی طور پر متحرک ہیں اور انہی کے ذاتی حرکات سے جو تضادم پیدا ہوتا ہو اس سے تمام حادث ہونے والے اشیاء کی تخلیق ہوئی ہے۔

دوسرے جنہوں نے طبیعت کے دامن میں پناہ لی اور جیسے دلائل طبیعت کو اپنے درد کا درمان سمجھ کر بحیال خود غیب کے اعتقاد سے ٹھکرا حاصل کیا۔

تیسرے وہ جنہوں نے حوادث کو اتفاقی اسباب کے حصول کا نتیجہ قرار دے کر اُنکے لئے کسی خاص علت العلل کے وجود سے انکار کیا۔

بہت سے لوگ ایسے تھے کہ انہیں اس عالم کے لئے ایک خالق کا اقرار تھا لیکن عبادت کے لئے وہ اُسکے محسوس مظاہر کے جویا نظر آنے لگے۔ کبھی ستاروں کی تابیدگی نے اُنکے دلوں کو بھایا اور وہ ستارہ پرستی کی طرف متوجہ ہوئے کبھی آفتاب کی عظمت نے اُنکے وجدان کو مسح کیا اور وہ آفتاب کے

سامنے سرنگون ہوے۔ کبھی آگ کی شعلہ درمی انکی فریفتگی کا باعث ہوئی اور وہ آگ کے لئے سرسجود نظر آئے۔ انہیں سب سے زیادہ بہت فطرت وہ تھے جن کو عبادت کے لئے اپنے ہاتھ کے ترشے ہوئے بت اچھے معلوم ہو سادہ انہیں اپنی نجات کا ذریعہ خیال کر لیا۔

دست فکر نے ترقی کی اور خدائے برحق کے وجود کا اقرار ہوا لیکن شاہدہ پرستی کے جذبہ نے ساتھ نہ چھوڑا اور اس جذبہ نے مختلف صورتیں اختیار کیں۔ خدا کے لئے مخلوق کے سے صفات، مخلوق کا جہم، مخلوق کے سوا اعضا و جوارح بخوڑ کئے اور اسے اچھا خاصہ آدمی بنا کر تخت سلطنت (عرش) پر ٹھکانے بنا دیا۔ خدا کے لئے ظاہری جہنم میں حلول کو جائز سمجھ کر عالم مادی میں اسکی آمد و رفت کا دروازہ کھولا۔

خدا کو اپنی لاہوتیت سمیت ابن آدم (انسان) کے ساتھ متحد بنا کر اسکو سولی پر چڑھایا جس سے وہ فریاد کرتا ہوا دنیا سے سدا ہارا۔ خدا کو ایک غیر محدود و سمندر کے مثل قرار دے کر کائنات عالم کو اس سے پیدا شدہ موجد،

برن کی جٹافون، اٹھے ہوئے پہن کے مثل تہلا کر ”ہمہ دوست“ کے عقیدہ کی بنیاد ڈالی اور اس طرح جو کچھ نظر آتا ہے اس کے خدا ہی خدا ہو گیا خیال قائم کیا۔ خدا کو باوجود جہانیاں سے منفرہ ہونے کے ظاہری اقرار کے

قابل رویت قرار دیا اور خوش عقیدہ انخاص کے لئے جو دھوین رات کے چاند کی طرح اُسکے مشاہدہ کی امیدیں باندھ دیں۔

یہ سب نتیجہ ہے اس کا کہ طبیعت غریبہ کے اعتقاد پر جتنی نہیں، اگر عقل نے کافی طاقت کیسا تھ مغلوب کر کے نفی مطلق اور بالکلیہ انکار سے بھا کر اقرار پر مجبور کیا تو اُس غریبہ کے عقیدہ میں محسوسات پر قیاس کی آمیزش اتنی ہو گئی کہ غیبی نبی اصلی صورت پر باقی نہ رہا اور ایک نئی چیز ہو گئی جو خالق نہیں بلکہ خود ان لوگوں کے دہم اور خیال کی مخلوق ہو۔

یہی غریبہ کے اعتقاد سے جنبت تھی جس نے قوم موسیٰ سے ”یا موسیٰ لن نؤمن لک حتیٰ نریٰ اللہ“ جھڑپ ”اے موسیٰ ہم تم پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک خدا کو ظاہر نظر نہ کر دیکھ لیں“ کی آواز بلند کر لی اور نتیجہ میں صاعقہ عذاب سے جل کر خاکستر ہونا پڑا۔

اسی انکار غریبہ کے تحت میں حشر و نشر اور معاد و احیائے ثانیہ کے عقیدہ پر خط نسخ چلا اور اس کا صراحتہ یا اشارتہ انکار کیا گیا۔

کبھی انسان کی جزا و سن کو تاسخ کی بنیاد پر مختلف قابلوں کے تغیر و تبدل میں مضمر قرار دیا گیا اور اسکے آگے کسی روز جزا کی ضرورت نہ سمجھی اور کبھی ثواب و عقاب کو روح کے آکاش بدن سے مجر د ہونے کے بعد اور اکات کے کامل پختہ سے اطاعت پر ابہتلاج اور معصیت سے تامل کا نام قرار دیا گیا اور اسکے آگے کسی جنت و

دو رخ کا وجود ضروری نہ سمجھا گیا۔

اور کبھی قیامت اور اسکے آثار کو ماسٹر دنیا ہی کے تغیرات اور پیدا شدہ  
عظیم انقلابات کا نام بتلایا گیا۔

اعتقادِ غیب کے انکار نے اتنی ترقی کی کہ خود اپنے وجود کا انکار بہا یعنی جسم  
اندر کسی روح مجرودہ اور نفسِ ناطقہ کو کوئی غے نہ سمجھا گیا اور انسانی زندگی کو صرف  
اخلاط و اجزائے بدن کے فعل و انفعال اور پیدائش و مزاج کا نتیجہ قرار  
دے لیا گیا۔

اگرچہ سمرنیم اور تسخیرِ دل کے مظاہرات نے یورپ کے اندر ترنزل پیدا  
کر دیا ہے اور بہت سے افراد اب روح کے وجود پر ایمان لے آئے ہیں لیکن اب بھی  
یورپ کی اکثریت انسان کیلئے مادی قویٰ و جوارح کے علاوہ کسی روح کے تسلیم کرنے پر  
آمادہ نہیں ہے۔

## اول کا آخر سے تطابق

امام غائب کے وجود کا انکار

جب انکارِ غیب کے اتنے بڑے سانسے اٹکے تو کوئی تعجب باقی نہیں رہتا  
کہ امام غائب کے وجود میں عقول و ادہام نے لغزش کی اور حضرت کی غیبت کا

انکار کیا۔

بالکل اسی طرح جیسے مبار اول کا انکار مختلف صورتیں اختیار کرتا رہا اور اُس نے رنگ رنگ کے لباس پہنے دیسے ہی امام غائب کے انکار کا عقیدہ جہاں جہاں تکمیل اختیار کرتا رہا۔

بعض لوگوں نے کسی جہدی موعود کے انتظار کو تسلیم ہی نہیں کیا اور بعض نے اس کو تسلیم کرتے ہوئے اُس کے شخص معین ہونے سے انکار کیا بلکہ وہ اُسے زحمتی غیبت سے ایک مصلح کے معنی میں سمجھے اور بعض نے اُس کو شخص معین تسلیم کرنے کے بعد اُس کے پر دہ غیبت میں موجودگی پر خط انکار کھینچا اور اُس کو کسی آئندہ موقع پر موجود نہ ہونے بتلایا اور بعض نے ایک ظاہر شدہ شخص کو جہدی موعود قرار دے کر اُس کے سامنے تسلیم ختم کر دیا۔

دو برس کا عرصہ ہوا کہ مصر کے رسالہ "سیاست" جلد ۲ نمبر ۹۶ میں ایک مضمون "زکی نجیب محمود" کے نام سے "جہدی منتظر، انہی نشوونما اور اطوار" کے عنوان سے عربی میں شائع ہوا تھا جس میں مختلف نوہات کی بنا پر حضرت حجت عجل اندرفرجہ کے وجود پر پر دہ ڈالنے کی کوشش کی گئی تھی جس کا جواب اُسی زمانہ میں شام کے معزز مجلہ علیہ "العرفان" میں شائع کر دیا گیا تھا، اس مقام پر اُس مضمون کے بعض اقتباسات کا نقل کرنا خالی از حجبی نہ ہوگا۔

مضمون نگار نے لکھا ہے "انسانی دور زندگی میں اکثر ایسی صورتیں پیش

آجایا کرتی ہیں کہ جماعت بندی اور افتراق و اختلاف کا غلبہ ہوتا ہے، اسوقت اکثر سادہ لوح حلقوں میں اس خیال کا ظاہر کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے کہ فقیر یہ آسان سے ایک شخص اترے گا جو عالم کے نظام قانون کو مستحکم بنا کر بنی نوع بشر میں عدل و امان کا دور دورہ کر دے، یہ سیدھی سادھی عقلیں جب کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے تو اُسی قوت کی طرف لو لگاتی ہیں اور یہ خیال کسی ایک طبقہ سے مخصوص نہیں بلکہ یہودیسی، مسلمان فرقوں میں برابر سے پایا جاتا ہے؛ یہ خیال بہت طویل زمانہ سے مسلمانوں کی عقلوں کو باز سچے اطفال بنائے ہوئے ہے یہاں تک کہ آج بھی اکثر اشخاص کی عقل پر پورا غلبہ رکھتا ہے۔“

یہ عبارت وہ ہے جس کو مضمون نگار نے اپنے آئندہ خیالات کی تہذیب قرار دیا ہے، دور جدید میں دہریت و مادیت کے غلبہ نے جن توہمات کا ایجاد کیا ہے اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بنی نوع انسان کو عالم کون و فساد کے طبعی تغیرات نے جب مرعوب بنا دیا تو دل کے بہلانے کے لئے عالم طبیعت سے مافوق ایک خدا کا نامنا ضروری سمجھا گیا جس کی طرف شدائد اور سختیوں میں رجوع کر کے اُس سے نجات کی خواہش کی جائے اور سوائے دل کی دہارس کے لئے ایک سہارا پیدا کرنے کے اسکی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

اگر دیکھا جائے تو مضمون نگار کی مذکورہ بالا عبارت بھی اسی خیال کی

ترجمانی کر رہی ہے اور حقیقت یہ بھی اتنی آوازِ دل کی صدائے بازگشت اندہ  
اسی تصویر کا نقش ثانی ہے۔

یہ اربابِ دیانت جن کے عقائد کو مضمون نگار نے پیش کیا ہے خدائی قانون  
کے باند اور ایک شریعت کے پیرو ہیں انھوں نے اپنے روحانی رہنما یا الٰہیت  
کے واسطے ربانی بشارات و ارشادات کی بنا پر اس عقائد کو قائم کیا ہے۔  
کیا ان کے خیال کا مضحکہ اڑانا اصل مرکزِ حقائق مبداء فیضِ خدائے دہرہ  
کے وجود میں شک کا نتیجہ ہے یا انبیاء کی صداقت یا ان بشارات کے انکی زبان سے  
صادر ہونے کے انکار کا ثمرہ ہے۔

اگر مبداءِ اول کے وجود میں جرح و قدح منظور ہے تو صاف طور سے اسکی  
تصریح ہو جانا چاہیے تاکہ ادکم کی صف بندی مناسب طریقہ سے انجام پذیر ہو  
اور کلام اپنے واقعی اصول و مبانی پر پیش کیا جائے اور یہی صورتِ صداقت  
انبیاء کے انکار کی بھی ہے۔

وہ گیا ان مستند انبیاء کی زبان سے ان بشارات و اخبار کا صادر ہونا  
اسکے اثبات کے لئے ہر مذہب اپنے معتبر ترین اسانید سے بہت کچھ پیش کر سکتا  
ہے۔ اور ایک مسلمان کا فرض صرف اتنا ہے کہ وہ اپنے نبی آخر الزمان کی  
زبان سے مستند طرق کے ساتھ حضرت ہمدی علیہ السلام کی خبر کو  
ثابت کر دکھائیں اس لئے کہ اسلام کے دونوں فریق شیعہ و سنی کی کتابیں ان احادیث



سے ملے ہیں -

مضمون نگار رقمطراز ہے کہ "ابتداء اس اعتقاد (اعتقاد ہمدی موعود) کی حسین بن علی کی شہادت سے ہوئی جو ۱۱ھ میں کربلائے معلیٰ کی زمین پر قتل کئے گئے اور انکے قتل سے اسلام کو سخت صدمہ پہنچا جس کا نتیجہ یہ تھا کہ تمام اطراف ملک میں بغاوت پھیل گئی اور اضطراب پیدا ہو گیا، ایسی صورت میں فطری اعتقاد اس کا تھا کہ لوگوں کو خدا کی طرف توجہ پیدا ہو اور ٹھوڑے زمانے کے بعد یہ اعتقاد قائم ہو گیا کہ اس خلفشار کے دور کرنے کے لئے ایک ایسے شخص کی ضرورت ہے جس کو خداوند عالم نے اپنی طرف سے مبعوث کیا ہو اور دامت کی ہدایت کے کام کو انجام دے مسلمانوں کا یہ اعتقاد ہے کہ ہمدی ایک مدت کی غیبت کے بعد ظاہر ہوئے یعنی انکی وفات نہیں ہوئی ہے اور عبداللہ بن سبا ایک شخص جو عثمان کے زمانہ خلافت میں مسلمان ہوا تھا وہ اٹھا اور اُس نے کہا کہ امام ثانی عشر شیعوں کے ائمہ میں سے محمد بن حسن العسکری (علیہا السلام) ہیں، وہ اپنے گھر میں جو شہر حرہ کے اندر تھا سرداب میں داخل ہوئے اور اُس میں غائب ہو گئے اور غریب آخر زمانہ میں ظاہر ہو کر زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے اور شیعوں کی ایک کثیر جماعت نے اس شخص (عبداللہ بن سبا) کے خیال کا اعتقاد کر لیا اور یہ لوگ اب تک ہمدی موعود کا انتظار کرتے ہیں اور اسی لئے انکو منتظر کہتے ہیں اور یہ لوگ ہر شب اُس سرداب کے دروازہ پر جہاں انکے خیال میں امام کی

غیبت ہوئی ہر گھڑے ہوتے ہیں اور آپ کا نام لیکر آواز دیتے ہیں اور جب رات تاریک ہوتی ہے تو اپنے اپنے گھر واپس ہوتے ہیں اور پھر دوسری رات کو اسی طرح صبح ہوتے ہیں۔“

ہم نے اس پوری طویل عبارت کو صرف اس لئے نقل کر دیا کہ ناظرین کو اندازہ ہو کہ سیرت شیعہ فرقہ کے متعلق دنیا میں کس قسم کے بے سرو پا خیالات کی اشاعت کی جاتی ہے، نیز اس عبارت میں جس صداقت و امانت اور واقفیت کو کام لیا گیا ہے اُس پر عالم مطبوعات کو افتخار کا موقع حاصل ہو سکے۔

کیا کہنا اس تاریخی اجتہاد کا؟ مضمون نگار کا خیال ہے کہ عبداللہ بن سبا جو عثمان کے زمانہ خلافت میں مسلمان ہوا تھا اور جس کو علی بن ابیطالب نے اپنے زمانہ میں یعنی ۳۵ھ سے پہلے کفر و غلو اور حضرت کے بارے میں الوہیت کے اعتقاد کی وجہ سے قتل کیا وہ ۶۷ھ کے بعد اٹھا اور اُس نے یہ اعتقاد شائع کیا کہ ہمدی امام حسن عسکریؑ کے فرزند ہیں، کیا ایسی تحریریں تاریخ اور علم بلکہ شرف انسانیت آٹھ آٹھ آنسو نہ روتے ہو گئے، اس کے علاوہ کون شخص نہیں جانتا کہ ہمارے ائمہ معصومینؑ میں سے کسی بزرگ کا قیام کبھی حلہ میں نہیں رہا اور نہ وہاں ان حضرات میں سے کسی کا گھر ہے نہ سرداب بلکہ حلہ اُس زمانہ تک موجود بھی نہ تھا، امام علی نقیؑ اور امام حسن عسکریؑ کا قیام عباسی بادشاہ کی جانب سے حکم نظر بندی کی وجہ سے سامرہ میں رہا اور وہی ۲۵۷ھ میں امام ہمدیؑ

کی ولادت ہوئی اور حضرت کے متعلق آخر میں جو واقعات پیش آئے ان میں سے یہ تھا کہ عباسی بادشاہ امام حسن عسکریؑ کی وفات کے بعد آپ کے صاحبزادہ ہمدی موعودؑ کی جستجو میں مصروف ہوا اور اسی دوران میں ملازمین سلطانی نے اُس سردار کے اندر بھی ہجوم کیا جہاں حضرت کا قیام تھا لیکن خداوند عالم نے انہی قدرت کاملہ سے حضرت کو اُن کی آنکھوں سے مخفی رکھا اور اس کرامت باہرہ کی وجہ سے شیعوں کی نظر میں اس سردار کو اہمیت حاصل ہو گئی، شیعوں کا اعتقاد یہ ہے کہ امام ہمدیؑ عجل صدر جہ ردے زمین پر موجود ہیں لیکن حکم خدا سے لوگوں کی نظر میں آپ کے مشاہدہ حلال سے قاصر ہیں اور حضرت غائب ہیں گے یہاں تک کہ خدا آپ کو ظہور کا حکم دے گا اس بنا پر شیعہ افراد جب امام علی نقیؑ و امام حسن عسکریؑ سلام اللہ علیہما کے قبور مطہرہ کی زیارت کو سامرہ جاتے ہیں تو مذکورہ بالا کرامت کی یادگار میں تیمن و تبرک کے طور پر سرداب کی زیارت بھی کرتے ہیں جس میں رات دن کی کوئی خصوصیت نہیں، وہاں نماز پڑھتے اور جس طرح تمام مقامات مقدسہ اور مخصوص منبر تک ایام میں جناب باری عزوجل سے دعائیں کرتے ہیں اُسی عادت کی بنا پر اس سرداب میں بھی خداوند عالم سے ظہر حضرت حجت کی دعا کرتے ہیں۔

سابقہ زمانہ کے مصنفین اگر نادانیت کے باعث اس قسم کے امور سے اپنی کتابوں کے صفحات کو سیاہ کریں تو قابل تعجب نہیں لیکن موجودہ زمانہ میں

جو روشنی کا دور کہا جاتا ہے اس قسم کے انفراد پر دازی کی نمائش بہت زیادہ قابل افسوس ہو۔ اگر کسی کو اسلامی عقائد یا حضرت امام ہدیؑ کی غیبت کے مسئلہ میں علمی حیثیت سے اعتراض ہو تو اس کو استکشاف حقیقت کے لئے سامنے آنا چاہیے ہمارے پاس اولہ عقلیہ و نقلیہ کی کمی نہیں لیکن انفراد و بہتان کے مظاہرہ کی کیا ضرورت ہے۔

مضمون نگار نے امام ہدیؑ کے متعلق شیعوں کے عقائد پر انہماک خیال کرتے ہوئے یہ بھی کہا ہے کہ ”اس عقائد کا امت اسلامیہ میں ایک بہت برا نتیجہ ظاہر ہوا وہ یہ ہے کہ اکثر دجال سیرت اور دغا باز افراد کو اسکا موقع مل گیا کہ وہ ہماری موجود ہونے کا دعویٰ کریں۔“

مضمون نگار کو ذرا سمجھ کر اعتراض کرنا چاہیے، یہ نتیجہ جس کا حوالہ دیا گیا ہے خداوند عالم کے اعتقاد میں بھی پیدا ہوا ہے اس لئے کہ بہت سے انسانوں نے اپنے متعلق الوہیت کا دعویٰ کیا یا دوسرے لوگوں نے انکے متعلق الوہیت کا اعتقاد کر لیا اور ایسا ہی نتیجہ نبوت و رسالت کے اعتقاد میں بھی پیش آیا کیونکہ ابتدائے اسلام کے بعد میلہ و سجاج وغیرہ نے دعوائے نبوت کیا اور نصاریٰ کے کتب و عہد میں بھی بہت سے جھوٹے مدعیان نبوت کا اشارہ موجود ہے لیکن اس قسم کے نتائج درحقیقت گمراہی اور دجال سیرت کی کے نتائج ہیں اس میں واقعات و حقائق کا کوئی قصور نہیں ہے۔

## امام کی ضرورت، مسئلہ امامت کی مختصر تحقیق

وجود امام کے فوائد اور غیبت امام کے اسباب اسرار

نبی کی ضرورت؛ یہی کہ نوع بشر اپنے جماعی و انفرادی نظام زندگی میں ایک قانون کی محتاج ہے وہ قانون اگر کسی غیر معصوم خطاکار انسان کے ہاتھوں پہنچایا جائے تو خود اسکی جانب سے اس میں کتبہ بیزنت کاٹ چھانٹ کا اندیشہ ہے اور صلاح کے بدلے فساد کا احتمال ہے۔ اس صورت میں دوسروں کو بھی ایسے شخص پر اعتماد کر لینے کی وجہ نہیں اور نہ سر تسلیم خم کر دینے کا کوئی باعث ہے۔ اگر اکثریت کا فیصلہ پورے طور پر حق و صداقت کا ذمہ دار ہوتا تو قانون شریعت کو اکثریت کے آراء پر چھوڑ دیا جاتا اور کسی خاص تشریع و قرار داد اور تبلیغ و تلقین کی ضرورت نہ پڑتی لیکن افسوس ہے کہ خطاکاروں کی اکثریت خطا سے بلند نہیں ہے اور اسلئے ضرورت ہوئی کہ وہ شخص جو قانون زندگی کا مبلغ ہو خدا کی طرف سے مقرر اور واضح نشانہ کے ساتھ مبعوث ہو جو اسکے حقانیت کی دلیل ہو سکے۔

بہر ازاں دفع کی تلون مزاجی اور خواہش پرستی اس امر کی بھی ذمہ دار نہیں ہے کہ ایک مرتبہ صحیح تعلیمات حاصل کر نیکی بعد وہ پورے ثبات و استقامت کے

ساتھ اُن کو باقی رکھیں ورنہ کسی ایک نبی کے مبعوث ہونے کے بعد پھر دنیا کو کسی نبی کی ضرورت نہ تھی اور اس صورت میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کے مبعوث ہونے کی کیا ضرورت تھی ؟

قانون قدرت بدل نہیں سکتا، نظام طبیعت مٹنے کا نہیں، امم سابقہ کی تاریخ کا مطالعہ کر دے، اقوام عالم کے طبائع و اخلاق کے انقلاب پر نظر ڈالو۔ ہر ہر زمانہ میں تجدید شریعت و ارسال رسل کے فلسفہ میں تمقن کر دے، کس طرح ایک نبی کے ہدایت اُسکے قوم میں تقویم پارینہ سمجھے جانے لگتے اور ایک دوسرے نبی کی بعثت سے تجدید شریعت کی ضرورت محسوس ہوتی تھی۔

یہ اُن انبیاء کا تذکرہ ہے جن کی شریعتیں مقید اور جن کی نبوت محدود زمانہ کے ساتھ محدود تھی۔ آسان تھا ایک نبی کے بعد دوسرے نبی کا مبعوث ہو کر اُسی شریعت کے نقش کو از سر نو تازہ کر دینا اور دوسری شریعت کے ذریعہ سے نوع بشر کی ہمت کا احیائے نامیہ ہو جانا، یہی سنت الہیہ سابق زمانہ کی امتوں میں برابر قائم تھی و لکن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلا۔

لیکن وہ نبوت جو صحیفہ انبیاء کے لئے ہر اِختتام اور جس کی خاتمت کا اعلان و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین اور لا نبی بعدی کے صاف و صریح ترین لفظوں میں ہو چکا ہو جس کی انتہا انتہائے دور فلک کی پہچان اور جس کا امتداد امتداد عمر دنیا کا ہمنفس ہو یعنی اُس نبی کی نبوت جسکے بعد کوئی نبی

اوجس رسول کے بعد کوئی رسول آنے والا نہو اس نبی در رسول کے انتقال پر اسکی شریعت کے لئے حافظ کی ضرورت ہو جو اس شریعت کی نگہداری کرے اور اسکو تغیر و تبدل سے بچا سکے۔ اسی کا نام امام ہو اور وہی جانشین رسول اور خلیفہ باحق کے جانے کا مستحق ہے۔

اگرچہ امام کی لفظ اپنے مفہوم کے اعتبار سے وسیع ہو، امام کے لغوی معنی پیشوا کے ہیں اور اسی حیثیت سے جماعت میں نازگزاروں کے مقدّم اور کہا جاتا ہے لیکن جناب اقدس الہی کی قرار داد کے مطابق امت ایک خاص منصب مرتبہ کا نام ہے جس کو وہ صرف اپنے انتخاب سے قابلیت و اسناد کا لحاظ رکھتے ہوئے جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔

کسی منصب و عہدہ کی حقیقت و ماہیت کا سمجھنا ناممکن ہوا سنے کہ اسکی اصلیت قرار داد و اعتبار کی پابند ہو اور اسکے آگے کوئی ماہیت نہیں ہوتی۔ بیشک باعتبار لوازم و آثار کے اس کا سمجھنا ممکن ہوتا ہے۔

امام در حقیقت خدا کی طرف سے پیشوائے خلق اور مطلع مطلق بنا کر کھڑا کیا جاتا ہے، وہ حضرت اقدس تعالیٰ عزّ اسمہ کی طرف سے ایک نمونہ بنا کر دنیا کے سامنے

عہ مذکورہ ذیل بحث کی تشریح کے لئے ملاحظہ ہو ہمارا رسالہ "ہول دین اور قرآن نمبر ۲" مطبوعہ الاداعظہ پریس لکھنؤ۔

پیش کیا جاتا ہو کہ لوگ اُسکے قدم بقدم چلیں، اُسکی بات کو سکر عمل کریں، اُس کے ہر طرز عمل کی موافقت کریں اور اُسکی اطاعت کو اپنا نصب العین سمجھیں۔ جو شخص نبی یا رسول ہوا اُسکے لئے امام ہونا ضروری نہیں اور جو امام خلق قرار دیا جائے اُسکے لئے نبی یا رسول ہونے کی شرط نہیں ہے، ہاں یہ ممکن ہو کہ باری تعالیٰ کسی کامل ترین نبی میں نبوت رسالت امامت سب کو جمع کر دے۔

امام اگر خود نبی در رسول ہو تو مستقل طور پر نبی ہونے کی حیثیت سے تبلیغ حکام شریعت کرے گا لیکن اگر امامت کا منصب کسی ایسی نبی ہی کو حاصل ہو جو اس مسئلہ رسول و نبی و امام کی موجودگی میں اُسکے زیر حکم اور تابع فرمان قرار دی گئی ہو تو اس پیغمبر کی وفات کے بعد اس نبی ہی کا پیشوا اُسے خلق ہونا ضروری ہے اور خلافت دنیا بت کے لباس میں یہ امامت ظاہر ہوگی اور امامت کی اس مخصوص قسم کو خلافت و جانشینی اور وصایت کے الفاظ سے یاد کرنا صحیح ہے اور یہی وہ ہے کہ جس کو نبوت کی فرع کہا جاتا ہے۔

امام اور الفاظ دیگر حافظ شریعت کا تقرر اگر باہمی نچ پایت اور انتخاب خود اعتیاری و کثرت آراء کی بنا پر ہو تو اس حافظ و نگہبان کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔ خود شریعت کے بارے میں اکثریت جس طریقہ پر جائے گی وہی حق سمجھا جائے اگرچہ وہ شریعت کی تبدیل و تحریف اور اُسکی تراش و خراش ہی کیون نہ ہو۔



اور اگر نظام شریعت پر عملدرآمد کے بارے میں اکثریت سے غلطی کا احتمال ہے تو حافظ شریعت کے انتخاب میں بھی اس غلطی کا امکان بہت زیادہ ہے۔  
ملکی و ملی عدول کے انتخابات اور ان کے نتائج ہمارے سامنے ہیں اور ہر شخص آئسے واقف ہے۔

بجاء رعایت، جانبداری، بے انصافی، تقاضائے مروت اور آپس کے تعلقات، موجودہ منافع اور آئندہ کے توقعات، جھوٹے مواعید کا فریب اور بے حقیقت طفل تسلیاں، ذاتی نفوذ و اقتدار اور حکام کی بارگاہ میں بے حقیقت اثر و رسوخ، ظاہری تزک و احتشام اور ملمع کا رد جاہت و اعزاز پر جبرین وہ ہیں جو اقلیت کو اکثریت میں تبدیل کر دینے کے کامیاب ترین ذرائع ہیں اور اکثریتوں کی تشکیل اکثر دہشتہ انہی بنیادوں پر ہوتی ہے جو پھر اگر امام بھی ایسا ہو جو خود جائز اخطا ہے اور جس سے غلط کاری اور بیسیں تریس کا احتمال ہے تو حفظ شریعت کے بجائے خود اسی کے ہاتھوں شریعت پر خطرہ میں اور احکام مذہب معرض زوال میں ہونگے اور جو مقصد حافظ ملت کا تھا وہ نیست و نابود ہوگا۔

ایسا ہی منظور ہوتا تو خدائے تعالیٰ کے لئے نبی کا تقرر اپنے ہاتھ میں کھنے کی ضرورت نہ ہوتی، اور جبکہ نبی کی تعیین مذکورہ سابق وجہ کی بنا پر جناب باری عزائے کی طرف سے ضروری ہوتی تو یہی ضرورت بالکل اس امر کی بھی ہے کہ

امام کا تقرر خطا کار انسانوں کے ہاتھ میں نہ ہو۔

اسی بنا پر فرقہ شیعہ کا اعتقاد ہے کہ نصب امام اور ایسے شخص کا تقرر جو اپنے علمی کمالات اور ظاہری و باطنی صلاح اور ناقابل زوال مقدس وصف کی جہت سے امامت عظمیٰ کے لائق ہو صرف خداوند عالم عز اسمہ کی جانب سے ہو سکتا ہے اور وہ یقیناً ایک ربانی پیغام کے ذریعہ سے ہونا چاہیے جو رسول کی زبانی است تک پہنچا ہو۔

اسکے ثبوت میں قرآن کی یہ آیت کافی ہے۔ ابراہیم خلیل سے خداوند عالم کا ارشاد انی جاعلک للناس اماماً، انکی عرضداشت و من ذریعہ جناب باری کا جواب لایینال عہدی انطا لمین صان طور سے بتلاتا ہے کہ امامت دینیہ اور روحانی ریاست خدا کا عہد اور اس کا مقرر کردہ منصب ہے اور وہ کبھی ظالمین تک نہیں پہنچ سکتا بلکہ مذہبی صلاح اور مصالح بشر کا لحاظ کرتے ہوئے جو شخص ظاہری و باطنی کمالات سے آراستہ ہو وہ اسکا مستحق ہے اور وہ ایسا ہی شخص ہوگا جو علم باری بین نہ کسی دوسرے شخص پر عظم کرنے والا اور نہ حدود خدا سے تقدی کرنے کی وجہ سے اپنے نفس پر ظالم ہو (ومن یتعد حدود اللہ فاؤلک ہم الظالمون) میرا عقل سربہ امامت مضبوط ترین بنیاد پر قائم ہے، امامت کسی محدود جماعت یا مخصوص قریب شہر یا صوبہ کی حکومت و سلطنت نہیں ہے بلکہ وہ تمام امت کے مصلحت و نظام

کی ذمہ دار ہو اور جہان جہان تک کسی شریعت کا دامن وسیع ہو امامت کو وسعت حاصل ہوگی، وہ ایسا منصب ہو جسکے سبب سے یتیم بچہ بیوہ کمزور اور مظلوم غنی، فقیر، قوی ضعیف سب کو برابر فائدہ پہنچے اور عالم میں بشری نظام خدائی منشا کے مطابق پورے طور پر درست ہو اگر امامت ایک ایسے شخص کے سپرد کر دی گئی جو خود خواہشات نفس کا پابند ہو تو اس سے خود دوسروں پر ظلم و ستم کا اندیشہ ہو چہ جائیکہ اُس کے ذریعہ ظالم و مظلوم میں پورے طور سے انصاف کا فرض انجام پائے۔

لہذا یہ غرض اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جب اُس کا تقرر اُس علام الغیوب ہستی کے سپرد کر دیا جائے جو نبی نزع بشر کے باطنی رموز و نیات سے پورے طور پر واقف ہو، اس سے بڑھ کر مصاح عامہ کا لحاظ کیونکر ہو سکتا ہو۔

درحقیقت یہ اصول کہ امامت کے انتخاب کو رسول کے واسطے سے حضرت باری عز اسمہ تک منتهی ہونا چاہیئے مکمل طور سے جمہوریت و مساوات پر مبنی ہو، درحقیقت حاضر و مستقبل میں بشری مصاح کی نگہداشت اور تمام طبقات بشر کے مساوی طور پر حقوق کی حفاظت جو آبی لطف و عدل و حکمت کی روشنی میں انجام پائے اور جس میں دہوکے دھری، مکر و فریب، تعصب و استبداد، حق تلفی و ناحق گوشتی، اہل حل و عقد اور امسک نمایندگی میں اہل تدلیس و لفاظی کے مداخلہ اور آزادی رائے کے نام سے کمزور افراد

کے اختیارات سلب کرنے اور جبر و قہر سے ان کے زبان بند کرنے کا امکان نہ اس سے بڑھ کر ہو نہیں سکتی۔

انسان نقائص کا مجموعہ اور کمزوریوں کا مجسمہ ہے، بڑے بڑے ذمہ دار افراد ان کمزوریوں سے بلند نہیں ہیں جو انسانی جذبات کے تحت میں عام طور پر پائی جاتی ہیں، حکومتوں کے نظم و نسق میں جو تمام تر آئین پرست بنی ہوئے ہیں انتہائی درجہ تک آئینی صورت کی جاتی ہے لیکن اُس بے آئینی کو کھینچ تان کر آئین ہی کے سر منڈھا جاتا ہے۔

بھر اگر امامت و خلافت بھی ایسی ہی خود ساختہ کارروائی کا نتیجہ ہے تو اُسکے لئے ایک شخص کا امام و خلیفہ نام رکھ کر اُسکے افعال کی ذمہ داری اسلام کے سر قلم کرنے کی کیا ضرورت ہے بلکہ اس غرض کے لئے دنیاوی بادشاہان اور سلاطین کے اصول و قوانین بہت کافی ہیں۔

لیکن اگر امامت کوئی ایسی چیز ہے جس سے حقیقی معنی میں مفاد اسلام کا تحفظ منظور ہے تو اُسکو ایسا ہی ہونا چاہیے جو ان کمزوریوں سے غلبہ ہو۔ شیعوں نے امامت کو خداوند عالم کی مرضی پر منحصر قرار دیکر امامت کے پایہ کو بلند سے بلند تر بنا دیا ہے جس سے بڑھ کر مصباح شامہ کے لحاظ کا کوئی ذریعہ ممکن ہی نہیں ہے۔

کیا اس میں کوئی شبہ ہے کہ خدا مخلوق کے مصباح کی خود مخلوق سر زباید

گنہداری کر سکتا ہے۔

اُس کا علم و حکمت محیط اور خود وہ تمام اغراض ذاتیہ سے مبرا و منزه اور اپنے بندوں کے حال پر جیم و ہربان ہو، امام کا انتخاب اُسکے ہاتھ میں ہونا خود تمام افراد بشر کے مصالح کی حفاظت اور حاضر و مستقبل میں امام و ماموم کے فرائض کی نگہداشت کے لئے کافی ہے اور جتنے حکم و مصالح فرض کئے جاسکتے ہیں وہ اس میں مضمر پائے جاتے ہیں۔

وہ جہالت، فریب، ریاکاری، ہٹ دھرمی، خود غرضی، سخت گیری، جتن مغنی، ناحق کوشی، جانبداری، جلد بازی، اور اس طرح کے تمام بشری نقائص سے بری ہے جو ایک فیصلہ کو نقطہ حقیقت سے دور پھینک دینے کے ذمہ دار ہیں۔

بھر کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ شیعوں کے مقرر کردہ مہول کے مطابق امت مصلح بشر اور رعایت حقوق عامہ اور ظالم و مظلوم میں انصاف خواہی کے لئے نقطہ کمال پر فائز اور مضبوط ترین بنیاد پر قائم ہے، ایسا امام جس کو نظر احدیت نے منتخب کر دیا ہو یقیناً اس قابل ہے کہ اُسکے سامنے تمام افراد امت کی گردنیں خم ہو جائیں اور کسی کو ایراد و اعتراض کی گنجائش نہ ہو۔

کیا ایسے امام کو ہر زمانہ میں موجود رہنا چاہیے؟ بیشک موجود رہنا چاہیے اسلئے کہ ضرورت اسکی ہر زمانہ میں موجود ہو۔ شریعت اسلام اگر کسی خاص

جزو زمانہ سے محدود ہوتی تو حفاظت شریعت کا وجود بھی اسی خاص جزو کے ساتھ مخصوص ہوتا لیکن جبکہ شریعت کا دائرہ وسیع اور آخری حدود دنیا تک پہنچا ہوا ہے تو اسکی حفاظت کا سامان بھی آخر تک ہونا ضروری ہے۔

بیشک حفاظت ملت اور رہنمائی امت کا فرض ادا کرنے کی صورتیں دو ہیں۔ ایک ظاہری طور سے جس کی نشت پر حکومت کا اقتدار یا سلطنت کا جہ و جلال موجود ہو اور دوسرے مخفی بہ درت پر جس میں کار ہدایت پروردگار انجام دیا جائے۔

پہلی صورت یقیناً مقصد کے حصول میں پورے طور پر کامیابی کا واحد ذریعہ ہے لیکن جب عام افراد کا جذبہ اقتدار پسندی اس غرض کے حصول میں سد راہ ہو جائے تو قدرۃ الامام کا فرض دوسرے جزو کی طرف منتقل اور فریضہ ہدایت کا پردہ کے اندر ادا ہونا ضروری قرار پاتا ہے۔

یہ تاریخی حقیقت ہے کہ عام افراد نے ایک دن بھی امت کے مقصد کو پہلی صورت سے حاصل نہیں کرنے دیا، ائمہ ہدایت جو حقیقی معنی میں نشین رسول اور رہنمائے مذہب تھے انھوں نے ہدایت کے کام کو ہمیشہ پردہ ہی میں انجام دیا اور کبھی دنیا نے ان کو کھلی فضا میں آنے نہیں دیا۔

اس معنی سے تو میں سلسلہ کے پہلے بھی غیبت ہی سمجھتا ہوں کہ امام نبی حقیقی روحانیت اور صفت امت کے ساتھ عام نظروں سے اوجھل رہ دینا

کی آنکھوں سے پوشیدہ تھے لیکن وہ طرح طرح کے پردوں میں بھی ہدایت کے  
 فرض کو انجام دے رہے تھے۔

سلسلہ کے بعد ہی جبکہ رسول سلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دنیا  
 سے رحلت فرمائی اور مسلمانوں میں اختلاف کی بنیاد پڑی اور انصار کے مقابلہ میں  
 کامیابی کا سہرا ہاجرین کے سر بندھا اور موسیٰ برحق دامام مطلق (علی بن ابیطالب  
 علیہ السلام) نے ایک مرتبہ اعلان حق کر کے ان تلخ تجربوں کو اٹھا لیا جن پر  
 تاریخ کی پیشانی عرقِ فعال سے تر ہے۔ بس وہی تاریخ معنی کہ جس کے بعد  
 امامت حقیقیہ پردہ غیبت میں ستور ہوئی۔

اس سلسلہ کی زوادل امیر المومنینؑ نے ۲۵ برس اسی پردہ میں گزار کر  
 ہدایت امت اور نصرت اسلام کے فرض کو انجام دیا،  
 انھوں نے عام مسلمانوں کی ایک فرد نیک، اجرت و مزدوری میں بسکوت کے  
 یود کے باغوں میں آب کشی کر کے فوٹے دیے، قضا یا کافصیہ کیا، مشکل  
 مسائل حل کئے، سلاطین وقت کو مفید مشورے دیے اور غلطیوں پر تنبیہ کیا  
 خطا و اجتہاد کی زد میں آکر جانے والی جانوں کی حفاظت کی اور لولا علی  
 ہلاکِ عمر کا اعتراض حاصل کیا۔

شورش انگیز خرقہ کیون کو جو وقارِ اسلامی کی صدمہ پہنچانے کا باعث  
 نحقین خفیہ عمر کو ناصحانہ موعظ اور شورش انگیز دن کے سامنے غلیفہ کی

جانے سے قول قرار کر کے دیا، یہ دوسری بات ہے کہ نتیجہ میں حالات سازگار نہوے اور ذمہ داران حکومت کی پے درپے غلطیوں نے پیانہ کو جھلکا یا اور اس طرح کہ آئسے خلیفہ مسلمین کی گنتی حیات کو غرق کر دیا۔

صورت حال میں انقلاب ہوا، خلافت نے اپنے اصلی مرکز کی طرف رخ کیا اور مسلمانوں کی گردنیں اُس طرف جھکیں جہاں اسکے بہت پہلے امنیں جھلکا چاہیے تھا۔

ظاہری اعتبار سے یہ امامت حقہ کے ظہور کا وقت ہے اور پردہ غیبت کے چاک ہونے کا زمانہ ہے لیکن درحقیقت یہ نظر کی غلطی اور خیال کی لغزش ہے علی کی خلافت کو اس موقع پر تسلیم کرنے والے زیادہ تر وہی لوگ تھے جو ۱- ۲- ۳ کے بعد آپ کو جو تھا درجہ عطا کرتے تھے اور اس بنا پر آپ کو کسی نص نبوی اور حکم الہی کے تخت میں سمجھنا انکے لئے ممکن نہ تھا۔ وہ اس بادشاہت کو بھی اسکے قبل کی تین حکومتوں کے مثل مسلمانوں کی ظاہری شیرازہ بندی و تنظیم کا ذریعہ خیال کرتے اور اُس کو باہمی سمجھوتہ، انتخاب اور کمیٹی و اتفاق کا نتیجہ قرار دیتے تھے۔

علی ابن ابیطالب کا اس خلافت کو منظور کر لینا بھی درحقیقت ایک پردہ تھا جس کے چھپے وہ اپنی امامت حقیقیہ کے فرائض کو عمل میں لانا چاہتے تھے جس میں وہ ایک حد تک کامیاب ہوئے۔



ان پر دون میں رہ کر جو زندگی کے مختلف دوروں میں مختلف صورتیں اختیار کرتے رہے ہیں یعنی علی گہی نامح کے لباس میں اور کبھی مشیر کے کبھی قاضی اور کبھی نقی، کبھی سفیر مصالحت اور کبھی سرکار اُسے حکومت علی نے سچے تعلیمات کے محبسے پیش کئے اور خصوصیات اسلام کے مکمل نمونے، انھوں نے زندگی کے ہر شعبہ میں اپنے حکیمانہ ہدایات سے روح بھونکی اور فلسفہ زندگی کے مشکل مسائل کو کامل طور سے حل کیا۔

انھوں نے تہذیب اخلاق کی تصویریں پیش کیں، تدبیر منزل کے حدود قائم کئے، سیاست میں انصاف و عدالت کے دائرے کھینچے، عدل و مساوات کے منہی سمجھائے، بادشاہ ہو کر فقروں کے ساتھ مساویانہ برتاؤ کیا اور دنیا کی باجبروت و طاقت ور ہستیوں کے غرور و تکبر کو تنبیہی ٹھوکر لگائی، مال و دولت پر قابض ہونے کے بعد محتاجوں کی زندگی بسر کی اور اپنے ہر ذاتی سرمایہ کو مساکین کی نذر کر کے ارباب خردت و توغرہ کو بے مایہ افراد قوم کی حالت کا درد آشنا ہونا سکھایا،

انھوں نے محاز و عراق کے بادشاہ ہونیکے وقت میں کبھی مشیر تارکی و دربان پر بیٹھ کر اپنے لئے کسر شان نہیں سمجھا اور یوں قوم کے اعلیٰ سفیر پیش طبقہ کو تجارت کی طرف اُٹل کرتے ہوئے دوکارہ اور تجارت پیشہ افراد کے عزت و احترام کا اشارہ کیا۔

انھوں نے انہی پر دین میں علوم و معارف کے دریا بہائے، تفسیر قرآن کے بابک نکات کو واضح کیا، فقہ کے مشکل مسائل کو حل کیا، علم کلام کی پیچیدگیوں کو سنبھال کر مبدا و معاد کی حقیقت سے آشنا کر دیا اور اس طرح کتنے فوائد بخشے جن کو پہونچا دیا لیکن اپنے روحانی اقتدار کے ساتھ پردہ ہی میں رہ کر علی بن ابیطالب امامت حقہ کی ذمہ داریاں حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے سپرد کر کے خود عالم جاودانی کی طرف رہ سپا رہے اور امام حسن سے حالات کا تقاضا ہو گا وہ اس مجازی خلافت کو چارے سابقہ بیانات کے مطابق پہلے ہی ایک نقاب یا حجاب سے زیادہ مہلیت نہ رکھتی تھی امیر معاویہ کے سپرد کر دین ، انھوں نے ایسا ہی کیا ، امامت حقیقیہ کہ جو اب تک ظاہری حکومت کے لباس میں کارفرما تھی اپنے پردہ غیبت کو تبدیل کر کے صلح کے حجاب میں غمی ہوئی اور دس برس انہی خیر الصلح کے ماتحت کامل رواداری کے ساتھ غیر محسوس طریقہ پر اسکے روحانی فیوض و برکات جاری رہے اور حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے بعد بن علی بھی دس برس بھائی کے نقش قدم پر گامزن اور ظاہری قرار و مصالحت کے پابند رہے ۔

لیکن ایک دفعہ صورت حال میں انقلاب ہوا ، امیر معاویہ کے لمپٹے بعد یزید کو خلیفہ بنایا گیا جس نے بنیاد مصالحت کو کھلی ہوئی صورت پر پامال کر دیا اور یزید کے اعمال و افعال ، شرمناک اخلاق و عادات نے اسلام

کی بنیادوں کو متزلزل کیا،  
 کون چیز تھی جو ایسے اڑے وقت اسلام کی حفاظت کا فرض انجام دیتی  
 بیشک وہ امامت تھی جس نے ایسے مشکل ترین وقت میں اپنے  
 مقصد اصلی کو پورا کیا۔

لیکن وہ پردوں میں تھی، اسکے حجاب اس وقت اپنی نوعیت میں منظر  
 تھے۔ مظلومیت، شہادت، صبر و تحمل، ثبات و استقلال، عزت نفس،  
 خود داری، حق و صداقت کی حمایت اور غرور باطل کا مقابلہ، ظاہری  
 جاہ و جلال سے بے خوفی اور اعلائے کلمۃ الحق میں بے جاہری سے قربانی،  
 یہی وہ پردے تھے جن کے اندر امامت اپنا فرض انجام دے رہی تھی اور وہ  
 اتنے کامیاب طریقہ سے انجام پایا کہ قیامت تک کیلئے اسلام کو زندہ کر گیا  
 اور جب تک دور ظلم میں اسلام کا نام ہے اس کا تذکرہ بھی ساتھ ساتھ ہر  
 دور ختم ہوا اور امامت نے منسل بدلے یعنی وہ امام زمین العابدین کی  
 طرف منتقل ہوئی، کیا یہ غیبت کبریٰ کا زمانہ نہ تھا؟

امامت پر اتنے تاریک و تنگ پردے ہوئے تھے جن کے اندر سے  
 اسکے جلال و حقیقت کی زیارت شکل نہیں بلکہ ناممکن تھی، قید، اسیری،  
 دست و پا کے غل و زنجیر، گٹھے کا طوق، کوفہ و شام کے بازار اور ابنِ بآباد  
 دیزید کے دربار۔ اتنے پردوں میں رہ کر بھی امامت اپنا کام کر رہی تھی،

تبلیغ مذہب کا فرض انجام پا رہا تھا اور ایسا کہ جس کی نظیر ناممکن، بیشک  
 اسی کا نتیجہ تھا کہ بزمِ یدِ تختہ حکومت الٹا اور اس طرح کہ نام و نشان بھی  
 باقی نہ رہا اور جینی مشن دنیا کے سیکڑوں انقلابات کے باوجود اب تک قائم ہو  
 اور روز افزوں ترقی حاصل کرتا ہو۔ درحقیقت اس میں جینی کا ناموں  
 کے ساتھ سید سجادؑ اور اُن کے ہمراہی پر دلیانِ عصمت کے عظیم عباد کو جو انھوں  
 نے اسیری کی صورت میں انجام دیا بہت بڑا دخل ہے۔

مدینہ سے واپسی کے بعد بھی سید سجادؑ کی بقیہ زندگی بالکل خاموشی میں  
 گزری اور امامت کے تجلیات گوشہ نشینی و انزوا کے پردوں میں مخفی تھے،  
 انھوں نے ایک مصیبت زدہ دن رات گریہ و زاری میں بسر کرنے والے  
 اور عبادتِ اکہی میں گوشت کو پوست اور جسم کو مٹت استخوان بنا دینے والے  
 عابد کی حیثیت سے عمر گزاری اور آخر ۹۵ھ میں انتقال کیا۔

اب امام محمد باقرؑ اور اُن کے بعد امام جعفر صادقؑ کا دور ہے، یہ دو فو دور  
 بیشک ایسے ہیں جن میں امامتِ عظمیٰ کو بڑے درجہ تک ظاہر کہا جاسکتا ہے  
 اسلئے کہ شیعوں کی تعداد بہت زیادہ اور ان حضرات پر تقیہ کی پابندیاں  
 بھی کم عائد تھیں لیکن واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ عام نظروں سے اہم  
 مخفی ہی تھی۔

ان دونوں بزرگوں کی حیثیت عام افراد کے سامنے عظیم المرتبہ تقیہ کی

تھی اور ستر عالم کی حیثیت سے اُنکے اقوال کو عزت کی نظر سے دیکھا جا رہا تھا۔  
 بیشک یہ پردہ اتنا ہلکا تھا جس سے جہن جہن کر امامت کی شعا عین  
 بہت تیزی سے نکل رہی تھیں اور اس طرح امامت کے فیوض و برکات  
 بہت زیادہ منتشر ہوئے اور معارف حقہ کی اشاعت کا دائرہ بہت  
 وسیع ہو گیا۔

اب آئیے امام مہدی کا ظہور کا زمانہ، اللہ اللہ اس دور میں ظالمانہ جفا و  
 تقدیر پر سے جاہ و طلال پر تھی، امامت کو تاریک سے تاریک تر پروردن  
 میں مخفی ہو گیا تھا، اندھا دیکھ کے سیاہ و تاریک خیالنے، زنجیروں کے حلقے اور ظالم  
 و غیر روا د اور استغاص کی حراست، مضبوط پہرے، لوگوں کی آمد و رفت کا  
 سلسلہ معروف اور ملاقات ممنوع یقیناً یہ بھی غیبت کا زمانہ تھا اور بڑی  
 غیبت کا یہاں تک کہ امام کا نام بھی پردہ غیبت میں لیا جانے لگا اُس زمانہ  
 کے روایۃ آپ کے نام کی تصریح کرنے میں انہی زندگی کے لئے خطرہ محسوس کرتے  
 تھے، اُن کو آپ سے روایت کے لئے العبد الصالح، الرجل، العالم  
 کے الفاظ کی تلاش کرنا پڑتی تھی اور جوامع حدیث میں ان روایات کا کافی ذخیرہ  
 موجود ہے جو خود اس امر کی دلیل ہے کہ اتنے پروردن کے باوجود امامت کو فیض  
 پہنچ رہا تھا اور دنیا اُس سے مستفید تھی۔

امام رضا علیہ السلام کا زمانہ آیا، ظاہری طور پر حضرت کے لئے بڑے

اعزاز اقتدار خاطر داری کا زمانہ ہے لیکن امامت پر بڑا انکسار پردہ پڑا ہوا ہے  
 وہ مامون الرشید کی ولی عہدی، ان اس پردہ میں امامت کے فیوض بہت  
 کامیابی کے ساتھ منتشر ہوئے اور لوگوں کو صحیح ہدایت اور ربانی عارم  
 درکات سے مستفید ہونے کا کافی موقع ملا لیکن اس کا زمانہ کم تھا اور  
 ایک محدود مقدار میں ختم ہو گیا۔

امام محمد تقیؑ کے لئے سلطان وقت کی دامادی کسی ثمرت کا باعث نہ تھی لیکن  
 حجاب غیبت کا ایک انداز یہ بھی تھا جس کے سلسلہ میں درباروں کے اندر فقہائے  
 عصر سے مباحثے ہوئے، مشکل مسائل کو حل کیا گیا اور دشمنوں سے تسلیم خم  
 کرایا گیا اور اس طرح روحانی کمالات کا سکھ قائم ہوا، صحیح اسلامی تعلیمات  
 کی نشر و اشاعت ہوئی جو امامت کا واحد مقصد تھا۔

امام الفضل و دختر مامون الرشید سے امام کا عقد یوگون کے لئے اس میراث  
 کا ذریعہ بھی تھا کہ دنیاوی ظاہری جاہ و جلال کے اسباب ان حضرات کے صل  
 زندگی میں کوئی تغیر پیدا نہیں کرتے۔ وہی سادگی، وہی تواضع، وہی  
 اخلاق اور مردت، اس ظاہری اقتدار کے عالم میں مہمانوں کے لئے عمدہ سے  
 عمدہ اور لذتِ غذائیں موجود رہتی تھیں لیکن آپ نے اپنا معیار زندگی جو  
 کی روٹی اور سرکہ و شہد پر باقی رکھا۔ دار الخلافت بغداد کے آٹھ سال زمانہ  
 قیام میں مرجعیت کا یہ عالم تھا کہ تیس تیس ہزار سوالات پوچھے گئے ہیں اور

آپؐ نے نہایت ہتھکڑی سے آنکھوں کو ابھارتے رہے۔

دورانِ دور آیا اور خلافتِ حقہ کی ذمہ داریاں امام علیؑ نقی عکے متعلق ہوئیں، ابتدائی قیام مدینہ منورہ میں تھا اور امامت پر وہ بین لکین مسکن تھے۔ بھی جلوہ آرائی جو تھی زمانہ کی افتاد طبع کے خلاف ہوئی۔ بادشاہِ وقت متوکل عباسی کے ہراس سے آپؐ کو مدینہ رسول چھوڑ کر دارالخلافہ سامرہ میں آنا پڑا اور پوری عمر جلا وطنی و نظر بندی میں گزار دی جس میں طرح طرح کے مروج فرسائے مصائب آپؐ کے لئے پیش تھے۔

ایسے خطرناک وقت میں بھی آپؐ نے اپنے فرض کو مجبر العقول طریقہ پر انجام دیا، متوکل کو خبر ہو چکا کہ علی بن محمد کے گھر میں سلحہ جنگ ہیں اور شیوخ کا اجتماع ہے اور حکومتِ وقت کے خلاف سازشیں ہوتی ہیں اور اس کا تارکب رات میں دور بھیج دیا کہ وہ بلا اطلاع حضرت کے گھر کی تالاشی لے اور وہاں گونش و گشت کا بے صل ثابت ہونا اور حضرت کا فرش خاک پر بالوں کا لباس پہنے عبادت الہی میں مصروف پایا جانا لیکن اسی حالت میں حضرت کو متوکل کے پاس آنا اور اس موقع پر متوکل کا شراب نوشی میں مصروف ہونا اور حضرت کے سامنے کمالِ جرأت سے جامِ شراب کا پیش کرنا اور حضرت کا معصومانہ صداقت کیسے نہ عذر کرنا کہ یا امیر المؤمنین ما خاصہ لہی و دہی قط لے خلیفۃ المسلمین یہ تو آج تک کبھی میرے گوشت و خون میں شریک

نہیں ہوئی ہے، متوکل کا اس عذر کو قبول کر کے آپ سے کچھ اشعار پڑھنے کی فرمائش کرنا اور آپ کے انکار کے باوجود مجبور کرنا جس پر حضرت کا موقع کو غنیمت جان کر ان اشعار کو پڑھنا

باتوا علی قتل الاجال تحرسهم غلبا لرحال فما اغنهم انقال  
 ”دنیا کے طاقتور افراد بڑے بڑے بلند پہاڑوں کی چوٹیوں پر مکان بنائے حراست کے واسطے مضبوط پہاڑوں کو بٹھلا کر رہے لیکن انکو حجت آئی (پہاڑوں نے کچھ فائدہ نہ دیا)“

اور اسی طرح کے چند شعر جو تا متر بے ثباتی دنیا پر مشتمل تھے اور انکا متوکل اس قدر اثر ہوا کہ اسکی آنکھوں سے آنسو جاری ہو کر ڈاڑھی کو ترک کر دین اور شراب اٹھوا دی جائے۔ یہ تمام واقعات تارسیج ابن خلکان وغیرہ مستند کتب تاریخ میں مذکور ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے سخت پردہ غیبت میں بھی امامت اپنا امکانی فرض انجام دے رہی تھی۔

امام حسن عسکری کی تو آنکھ ہی سامرہ میں نظر بندی و حراست کے اندر کھلی، انکی ولادت اگر ہیان نہیں ہوئی تھی تو بھی صرف چار برس اور چند مہینہ کی عمر تھی کہ اپنے والد ماجد کی معیت میں سامرہ آئے اور تمام عمر دینی بسر ہو گئی جس میں قیود بند اور سلطانی پابندیوں اور سختیوں آپ کے ساتھ ساتھ تھیں۔



اس صورت حالات اور ان تمام واقعات کے بعد کیا ہمارا یہ کہنا غلط ہو  
کہ امامت حقہ ہمیشہ پردہ غیبت ہی میں تھی اور کبھی وہ دنیا سے ظہور میں  
نہیں آئی۔

ان بیشک ائمہ معصومین کی عنصری زندگی اس وقت نمایاں تھی اور لوگوں  
کو مختلف لباسوں میں جن کا حالات وقت تقاضا کرتے تھے نظر آتی تھی اور  
بالفاظ دیگر وہ پردائے غیبت جن کے پیچھے امامت حقیقیہ کا جلوہ منور تھا عسوا  
ہوتے تھے لیکن مقبروں نے بتلایا کہ زمانہ کو یہ بھی گوارا نہیں۔

گیارہ مین کوئی تو ایسا ہوتا جس کی موت طبعی حالات کا نتیجہ ہوتی لیکن  
مستند تاریخ اس کا پتہ دینے سے قاصر ہے۔

جہاں تک دیکھا جاتا ہے نظر یہی آتا ہے کہ انکی موت جفا پیشہ ابائے  
دنیا کے ظالمانہ اقدام قتل کا نتیجہ ہے۔

مسجد کی محراب میں ابن محمد کی تلوار اور علی کا سر، امیر شام کے اشارہ سے  
جعدہ بنت اشعث کا جام زہر اور حسن مجتبیٰ کا دہن، ذکر بلائے عظیم معرکہ میں  
ہزاروں کی خوشحان تلواریں نیزے اور حسین بن علی کا جسم۔ پھر تمام ائمہ کیلئے  
زہر خود ان کے مختلف طریقے۔ انکو بین زہر، انار میں زہر، زین فرس میں  
زہر اور دو امین زہر اور اسی قسم کی تدبیر دن سے برابر انکے رشتہ زندگی کو  
قطع کیا گیا لیکن آسان تھا، سلسلہ امامت باقی تھا، وہ تعداد جو ائمہ کی

مقرر تھی پوری نہ ہوئی تھی۔ ایک امام کے بعد جانشین اُس کا اور اُس کے روحانی کمالات کا وارث دوسرا امام ہو جاتا تھا۔ لیکن اب وہ وقت آیا کہ جب تعداد ختم تھی۔ گیارہویں امام اسی طرح کہ جیسے اُنکے پیش رو ایمرہ کی وفات ہو چکی تھی دنیا سے تشریف لے گئے۔

اب امامت کی ذمہ داری ان یقین اور وہ ہستی کہ جس پر اس سلسلہ کی انتہا اول امر سے قرار پا چکی تھی، جسکے سوا کوئی دوسری فرد حدود عالم میں ان کمالات کی مستحق موجود ہونے والی نہ تھی۔

ان متواتر نصوص کی بنا پر جو جناب رسالتا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُنکے بعد ایمرہ معصومین علیہم السلام سے نیمہ شعبان میں متولد ہونے والے اس عظیم الشان مولود کے متعلق عام طور پر سُننے جا چکے تھے محافلین کو بھی اس ولادت کے متعلق پوری کھوج تھی۔

رسول اسلام نے فریقین کی مسلم متواتر حدیث کی بنا پر پہلے ہی خبر دیدی تھی کہ جو کچھ نبی اسرائیل میں ہو چکا ہے وہ میری امت میں ہو گا ضرور ارشاد ہوا تھا واللہ لتبعن سنن الذین من قبلکم حتی انهم لو دخلوا فی جحر ضب لدخلتموه

”خدا کی قسم تم اپنے قبل والی امت زبئی اسرائیل کے راستوں پر

چلو گے یہاں تک کہ اگر وہ کسی جانور کے سوراخ میں داخل ہوئے ہوتے تو تم بھی ہمیں داخل ہوتے۔

اس مضمون کی متعدد حدیثیں کتب فریقین میں موجود ہیں۔ بیشک اسی کا نتیجہ تھا کہ حضرت مہدی موعود کی ولادت میں صورت حال ویسی ہی پیش آئی جو اُسکے بہت پہلے حضرت موسیٰ کلیم الرحمن کی ولادت میں پیش آچکی تھی۔

کامنون کا فرعون کو خبر دینا کہ تیری ملکیت کا زوال ایک مولود کے ہاتھوں ہوگا جو نبی اسرائیل میں متولد ہونے والا ہو اُس پر اُس کا واقعہ پر کامل طور سے سراغ رسانی کا انتظام کرنا، عورتوں کے حکمون کا چاک کرنا، بچوں کو قتل کرنا، یہ سب اس لئے کہ اُس بااقتدار مولود کی ولادت نہونے پائے جسکے ہاتھوں ملک فرعون کا زوال ہو نیوالا ہے لیکن اس سب کے مقابلہ میں قدرت نے بھی سامان کیا، موسیٰ کے حل کو بردہ غیبت میں رکھا، اُنکی ولادت بھی غیر معلوم طریقہ پر واقع کرائی اور پھر اُنکی حفاظت کے اسباب یوں مہیا کئے کہ ان کو حکم دیا کہ وہ نو مولود بچہ کو تاہت میں لٹا کر روڈ نیل میں ڈال دیں۔

بالکل اُسی صورت پر مہدی موعود کی ولادت ان روایات کی بنا پر جو سلسلہ طور سے زبان رد خلق تھے خلافت وقت کے ارکان میں زلزلہ ڈالے ہوئے تھے اور انکے افکار و خیالات پورے طور سے اُس کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

انکی طرف سے کامل انتظامات سر افرسانی کے مہیا کیے گئے جو کسی ایسے مولود کی ولادت کو جسکے متعلق ہمدی موعود ہونے کا شبہ ہو سکے بادشاہ تک پہنچا دیں لیکن قدرت کو پروردہ داری میں اہتمام تھا۔ اُسے اپنے نور کو باقی رکھنا تھا جسکی آخری لواب ہی تھی۔ اُس نے اس عظیم الشان مولود کے حل و ولادت کو موسیٰ کی طرح بالکل مخفی کیا اور غیبت کے پردے ڈاکر اس نور کو دنیا میں ظاہر کیا۔

انکی ابتدائی نشو و نما بھی پردہ غیبت میں تھی لیکن باپ مان اور قریب ترین راز دار اعز کے علاوہ مخصوص معیار امانت پر پورے اترے ہوئے اور امتحانِ وفا میں کامیاب نکلے ہوئے اصحاب بھی آپکی زیارت سے شرف ہوتے تھے اور آپ کے وجود سے مطلع تھے۔

حکومت وقت بھی ان تمام تحفظات کے بعد جو کئے جا چکے تھے پورے طور پر مطمئن ہو چکی تھی کہ خطرہ جا آ رہا اور جس مولود کا اندیشہ تھا وہ عالم وجود میں نہیں آیا، لیکن امام حسن عسکریؑ کا انتقال ہوا اور بعض برادرانِ یوسف نے جن پر ناگزیر اسباب کی بنا پر براہِ راست منکشف ہو گیا تھا حکومت کو اطلاع دی کہ وہ سچے جو حسن عسکریؑ کے یہاں متولد ہونے والا تھا متولد ہو چکا ہے،

حکومت کو ایک طرف اپنے مکمل انتظامات کی شکست کا احساس کر کے غصہ و غضب دامگیر ہوا اور دوسری طرف وہ خطرہ جو اسکے قیل قوت کے عالم میں تھا فلیست سے بہت قریب نظر آنے لگا۔

اسلئے کہ وہ روایات جنہیں ہمدنی موعود کے ظہور پر دین کی تجدید اور اصل  
ملاقاتوں کے شکست کی خبریں دی گئی تھیں کسی زمانہ سے محدود نہ تھے کہ ایسا  
کب اور کس زمانہ میں ہوگا۔

منین بس اتنا ہی تھا کہ ایسا ہونے والا ضرور ہے اور اسکے ہوئے بغیر  
قیامت نہ آئیگی، اس لئے اس مولود کی ولادت ہو جانے پر جو ان تمام اخبار کا  
مصدق اصلی تھا مقرر شدہ نظام طبیعی کو دیکھتے ہوئے یہ خیال پیدا ہو جانا  
حق بجانب ہے کہ وہ زمانہ بہت قریب آگیا اور یہی موجودہ دور سلطنت  
جو عالم اسلامی میں سکھ چلائے ہوئے ہے اس مولود کے ہاتھوں درہم و برہم  
ہوگا۔ بیشک اگر انھیں معلوم ہوتا کہ ابھی وہ زمانہ دور ہے۔ خلافت عباسیہ  
کی بنیادیں زمانہ کے بے پناہ حوادث سے متزلزل ہو کر منہدم ہونگی اور  
ضرور ہونگی لیکن اس مولود کے ظہور سے نہیں اور اس کے بعد خلافت عثمانیہ  
کی عمارت قائم بھی ہوگی اور گر بھی جائیگی، خلافت کا نام و نشان بھی دنیا میں  
باقی نہ رہیگا لیکن اس مولود کے ظہور کا وقت نہ آئیگا تو حکومت کو بھی شاید  
زیادہ خطرہ محسوس کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ لیکن ادھر روایات کی قطعی  
پیشینگوئی کہ ایسا ہوگا ضرور اور زمانہ کا عدم تعین کہ کب ؟ اور ادھر اس  
مولود کی ولادت، بس اسکا نتیجہ تھا کہ ارباب حکومت کی نظروں میں اپنے فنا  
و زوال کا موقع بہت ہونا کہ صورتحال بچھرنے لگا اور اس لئے ابکی زیادہ شدت

کے ساتھ جتو کی کوشش ہوئی، حضرت امام حسن عسکریؑ کے تمام ازواج و جوارا کو نظر بند کیا گیا اور حراست میں رکھا گیا کہ جس کسی کے کمن بچ ہوگا اسکی اطلاع ضرور ہوگی، امام کے مکانات میں گوشہ گوشہ اور چپہ چپہ کی تلاشی لی گئی کہ اس مبارک بچہ کا کین پتہ لجاے یہاں تک کہ اس سرداب (تہ خانہ) میں بھی لگے جہاں حضرت کا قیام تھا گر ظاہری بصارت کے چراغ اس نور مجسم کے سامنے گل نظر آئے اور آنکھوں کی مینائی نے اس کے مشاہدہ جمال میں باراند دیا۔

یہ وہ وقت تھا کہ غیبت کا پردہ اور زیادہ گہرا ہو گیا۔ لیکن چونکہ ابھی بھی امام یازدہم کا دور ختم ہوا تھا اگر دفعہ کا بل غیبت کا دور دورہ ہو جاتا تو ہر سید شیعہ اور صحیح العقیدہ شخص بھی اس نئی صورت حال سے آشنا ہونے کی جہت سے عقیدہ وجود حجت میں متزلزل نظر آنے لگتے۔

جیسے تیز روشنی سے کامل اندھیرے میں آجانے والا ایک مرتبہ اپنی قوت بصارت کو بالکل گم کر دیتا ہے اور اس کے قوائے احساس محفل نظر آتے ہیں، وہ اس دھندلکے میں قطبی روشنی ہے اس کا بھی احساس نہیں کرتا اور اسے وہاں اتنی تاریکی نظر آتی ہے جس میں ہاتھ کو ہاتھ سمجھائی نہیں دیتا۔

بیشک ضرورت اسکی ہے کہ تدریجی حیثیت سے روشنی کو گھٹا کر انسان کو عادی بنایا جائے اس طرح وہ جس درجہ تاریکی میں پہنچے گا اس میں اس کی نظر ایک حد تک کام کرتی رہے گی اور اس کے قوائے احساس اپنے میاں عمل پر باقی

رہیں گے۔

قدرت کا نظام مصالح طبیعیہ کو خلاف نہیں ہوتا اُس زمانہ کے بعد جسے ظاہری اعتبار سے زمانہ حضور امام کہا جاتا ہے مکمل غیبت ہو جائے اس نظام کے خلاف تھا۔ اسلئے شروع شروع میں غیبت صغریٰ کا دور ہوا، یعنی مخصوص وکلاء قرار دیے گئے جو درمیانی سنی کی حیثیت رکھتے ہوئے لوگوں کے عرض و مسائل کو امام کی خدمت میں پیش کریں اور امام سے اُن کا جواب لے کر لوگوں کو پہنچائیں یہ صورت عام افرادِ شیعہ کے بلالئے پر کچھ زیادہ گراں نہیں گذری اسلئے کہ وہ ایک طویل عرصہ سے قریب قریب کے عادی ہو چکے تھے۔ وہ زمانہ کہ جب امام علی نقیؑ و امام حسن عسکریؑ سامرہ میں تھے اور کامل نظر بندی و حرمت کے اندر بسر کرتے تھے عام افراد کو اس کا موقع نہ تھا کہ وہ امام کی خدمت میں باریاب ہو کر اپنے معروضات پیش کر سکیں بلکہ اس قسم کے امور ہمیشہ وسائط کو ذریعہ انجام پاتے تھے اور اس لحاظ سے موجودہ صورت حال اُنکی نظر میں باقی سے کچھ فرق نہ رکھتی تھی، بس اتنا فرق تھا کہ سابق میں امام کی جائے قیام متعین ہوتی تھی اور اکثر لوگوں کو معلوم لیکن اب امام کے محل قیام کا تعین کے طور پر علم نہ تھا اور عام لوگ اُس سے ناواقف تھے لیکن اس کو اُنکے مطلوبہ مقاصد میں کوئی دخل نہ معلوم ہوتا تھا۔

انتہی برس کی طویل مدت اسی حال میں گذری، اس زمانہ میں سائل متحفظ

ہوتے تھے عرض کے جواب ملتے تھے۔ وجہ و صدقات و حقوق امام کے اموال امام کی خدمت میں پیش کئے جاتے تھے اور انکی رسیدیں آتی تھیں سفر کی تعین بہت منظم و مرتب ہوں کے ساتھ خود امام کی جانب سے عمل میں آتی تھی۔ اور ایک سفیر اپنے بعد والے شخص کو خود مقرر کر جاتا تھا۔

عثمان بن سعید عری کے بعد انکے صاحبزادے ابو جعفر محمد نے قریب لیس برس کے سفارت کے فرض کو بہت کامیابی کے ساتھ انجام دیا اور جب انکے انتقال کا وقت قریب پہنچا تو انھوں نے کہا۔

امرت ان اوصی الی ابی القاسم الحسین بن روح "مجھ کو حکم ہوا ہے کہ میں حسین بن روح کو اپنا وصی بناؤں"

حسین بن روح نے بھی اپنی مدت حیات ختم کرتے ہیے اس ذمہ داری کو ابو الحسن علی بن محمد سمری کے سپرد کیا، مقرر شدہ نظام کی بنا پر خیال تھا کہ یہ بھی اپنے بعد کے لئے کوئی انتظام کریں گے لیکن جب ۳۲ھ میں اسکا انتقال ہونے لگا اور کہا گیا کہ وہ کسی کی تعین کریں تو انھوں نے صاف طور پر کہہ دیا اللہ عامر ہو بالغہ "اب خدا کا ایک مقررہ مقصد ہے جس کو وہ پورا کرنے والا ہو"

بات ختم ہوئی اور غیبت صغریٰ کا زمانہ بھی تمام ہو گیا، یہی وہ وقت تھا کہ جب سے غیبت کبریٰ کا دور شروع ہوا۔

غیبت کے ابتدائی و انتہائی مقدمات و اسباب و مدارج و وقوع چوب



نظر ڈالی جاتی ہے تو اس امر میں کوئی شبہہ باقی نہیں رہتا کہ وہ ایک مرتب نظام کے تحت ہوئی ہے جس میں تصنع اور بناوٹ کا لگاؤ نہیں۔

واقعہ کی واقعیت مخفی ہونے کی چیز نہیں۔ اسکی ذمیت، صورت، سابق و لاحق کے آثار و اسباب ہی مختلف ہوتے ہیں اور یہی چیزیں وہ ہیں جو صحیح و غلط، واقعیت اور فریب کی تیز کامیاب ہیں۔

ایک طرف صالحہ کتب سے لیکر گیارہویں امام تک معصومین علیہم السلام پر ابر غیبت امام کے وقوع کی خبر دیتے رہے جس کا نتیجہ یہ تھا کہ جلد باز لوگ دھوکا کھا کھا کر درمیان ہی سے غیبت امام کا عقیدہ اختیار کرتے رہے، کیسائیہ نے حضرت محمد بن حنفیہ کو منتظر سمجھا اور اسمعیلیہ نے اسمعیل بن امام جعفر صادق کو اور بعض نے امام موسیٰ کاظم کو۔

طل و نخل کی کتابوں میں ان فرقوں کا وجود خود اس کا ثبوت ہے کہ ایک امام غائب کے وجود کی خبر متواتر طور پر پہنچتی رہی تھی جسکی تطبیق میں ہر شخص اپنے فکر و خیال کے مطابق دھوکا کھا رہا تھا۔

بیشک متفقہ اسلامی احادیث خمین امہ کی تعداد کو بارہ بتلایا گیا ہے ان تمام فرق کے خیالات کا دفعیہ کرنے کے لئے کافی ہیں لیکن جب گیاہ کی تعداد ختم ہو کر بارہویں کا درجہ آگیا تو اب غیبت کی پیشین گوئی پورے ہونے کا وقت تھا۔

دوسو برس سے زیادہ کے قتنظم اصول کے مطابق کہ ہر سابق امام اپنے بعد والے جانشین کو نامزد اور صحاب سے اُسکی شناسائی کرا دیتا تھا۔ امام حسن عسکری کے لئے منظر عام میں کوئی اولاد بھی موجود نہ تھی اور نہ کوئی اور ہی شخص تھا جو اس ذمہ داری کے اٹھانے کا متحمل سمجھا جاسکتا۔

یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ فرقہ شیعہ ہمیشہ سے بلند نظر اور عالی ظرف رہا ہے، اُس نے کبھی ہر آندھی کے رخ پر گڑ جانے اور ہر سیلاب کے زور میں بہ جانے کو پسند نہیں کیا اور نہ ظاہری جاہ و حشم اور مال و دولت کے سامنے جو بیشتر افراد انسانی کے طبائع پر غالب آتا رہتا ہے اُس نے کبھی سر جھکایا ہے اور اسی لئے اُسکے فیصلے ہمیشہ اکثریت کی رائے کے خلاف رہے ہیں۔

امام اور رئیس روحانی کی تعین میں اُسکی نظر ہمیشہ امتدادی رہی ہے اور موثر گمانی اُسکا شیوہ۔ اگر کوئی بھی امامت حقہ کے لائق اُسوقت موجود ہوتا تو ہزار درجن ہزار نہیں تو سو سو پچاس، دس بیس آدمی ہی اُسکی امامت کے قائل ہو جاتے لیکن تاریخ اس کا پتہ دینے سے قاصر ہے، مل و بخل کی کتابیں بھی اسکے اثبات سے عاجز ہیں۔

افراد انسان کے افتاد طبیعت پر نظر کرو، ایک آنکھ سے غائب ہستی کے سامنے سر اعتراف خم کرنے کی گرائی کو دیکھو۔ ایک ایسے منصب کے ادعاء کے لئے جس کا کوئی مدعی ظاہر میں موجود نہ ہو مختلف اشخاص کے فطری طبع و

رغبت کے جذبہ کا اندازہ کرو۔ اور پھر خلقت کے بھیڑ یا دھسان ہونے کا احساس کرو کہ کس طرح ہر آدمی پر لبیک کہنے والے کچھ نہ کچھ پیدا ہو ہی جایا کرتے ہیں۔ ان تمام اسباب کا ناگزیر نتیجہ یہ ہے کہ امام حسن عسکریؑ کی وفات کے بعد امامیہ فرقہ کے افراد میں طوائف الملوک پیدا ہو جاتی اور تشقت و افتراق سے شیرازہ اتفاق منتشر ہو جاتا اور بوقت واحد مختلف بارہویں امام اور ان کے کچھ نہ کچھ ماننے والے پیدا ہو جاتے اور امام غائب کے وجود کا خیال اگر باقی بھی رہتا تو اس کے تسلیم کرنے والے بہت کم ہوتے۔

لیکن صورت حال بالکل اسکے خلاف نمودار ہوئی، یعنی امام یازدہم کے انتقال کے بعد عراق و حجاز، ایران کے دور و دراز نقاط اور ان کے متفرق افراد میں ایک نہر تھی جو دوڑ گئی کہ اب دور دور غیبت ہے اور کوئی امام وقت ظاہر نہیں ہے۔

آخر یہ کیا تھا؟! یہ انہی پیشین گوئیوں کا نتیجہ تھا جنہوں نے غیبت کو کوئی خلاف توقع امر باقی نہیں رکھا تھا بلکہ افکار و خیالات کو اس کی طرف متوجہ کر کے طویل عرصہ سے اس کا منتظر بنا دیا تھا اور اس لئے کامل صبر و سکون اور اطمینان کے ساتھ اس کا خیر مقدم کیا گیا اور کسی قسم کا اضطراب و انتشار نمودار نہ ہونے پایا۔ پھر اسکے ساتھ سفار کا وجود اور زیادہ اطمینان کا باعث تھا اور کامل تنظیم کے ساتھ افراد شیعہ کا رابطہ اتصال سفیر وقت کے ساتھ قائم ہوتا تھا اور وہ

اُنکے تمام مسائل و عرض کے جوابات کا ذریعہ ہو کر آتا تھا۔  
یہ صورت حال اگر کم زمانہ تک باقی رہتی تو بھی اس میں تصنع اور بناوٹ  
کا شبہہ ہو سکتا تھا لیکن یہ آتشیں برس کے قریب تک قائم رہی جس میں پورے  
طور پر جانچ پڑتال اور واقعہ کی تحقیق اور اصلیت کے انکشاف کا موقع تھا لیکن  
کامل انتظام و ترتیب کے ساتھ یہ سلسلہ باقی رہا اور اس میں کسی قسم کا انتشار  
پیدا نہیں ہوا۔

اس عرصہ میں سفراء کی حقانیت و صداقت اُن وسائل و ذرائع سے  
کہ جہاں تمنا و آزمائشی تھے پایہ ثبوت کی پہنچ گئی تھی اور اس لئے اُنکے متعلق  
کسی سوہن کی گنجائش محسوس نہ ہوئی تھی۔

بیشک سفر کی مرکزیت بھی برسرِ اقتدار حکام کی نظر میں خارجی طرح کھٹکنے  
لگی اور اس میں طرح طرح کی رکاوٹیں ڈالی جانے لگیں جس کا نتیجہ غیبتِ کبریٰ  
کی صورت میں رونما ہوا۔

یہ جمہور فرقتہ شیعہ کے سفراء پر اعتماد اور کامل وثوق و اطمینان کا نتیجہ  
تھا کہ سفیرِ آخرِ علی بن محمد عمری کے ”لہ امر ہو بالغہ“ کی لفظوں میں غیبتِ کبریٰ  
کی اطلاع دیدینے سے غیبتِ کبریٰ کا واقعہ اُسی طرح متفقہ طور پر مسلم ہو گیا جس طرح  
اسکے قبل سفر کی سفارت اور غیبتِ صغریٰ کا وقوع۔

اگر شیعی افراد بھی مثل اکثر اُتافون کے ”ہر کس بخیاں خویش“ اور چندین کل

کے اصول پر عامل ہوتے تو کم سے کم یہی وہ وقت تھا کہ مختلف افراد دعوائے سفارت دنیا بت کرنے والے پیدا ہو جاتے اور اس طرح ہر شخص اپنے نفوذ و اقتدار کے بڑھانے کی فکر کرتا لیکن یہ بھی نہیں ہوا، وہ حقیقت کے پرستار اور حق کے جوا ہمیشہ حق کے ڈھکے پر قائم رہے۔ انھوں نے ہر بات کو اُس کے موقع پر اُسی طرح تسلیم کیا جس طرح انکو وہ صحیح معلوم ہوئی اور دلائل نے اُس کے تسلیم کرنے پر مجبور کیا۔

یہ سوال کم سے کم مجھ کو تو عجیب معلوم ہوتا ہے کہ غیبت امام کو بعد امام کو جو دکا فائدہ کیا ہے؟ اسلئے کہ میں کافی توضیح سے اس امر کو ثابت کر چکا ہوں کہ غیبت امام کا زمانہ ۳۲۹ (سال غیبت کبریٰ) یا ۳۶۰ (سال غیبت صغریٰ) میں منحصر نہیں ہے بلکہ اس کے قبل بھی امام بحیثیت امام غائب ہی تھے اور امامت پر رد غیبت میں مستور تھی۔

پھر جو فائدہ امام کا اُس وقت تھا یعنی یہ کہ امام انہی پر دونوں میں رہ کر ہدایت خلق کے فریضہ کو انجام دین وہی اب بھی باقی ہے۔

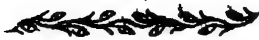
میں نے اُس زمانہ کو حضور کی نوعیت اس طور پر واضح کی ہے کہ وہ حقیقت وہ پرستے جن کو بھی امامت کا جلوہ مخفی رکھا جاتا تھا محسوس تھی۔ اگر غور کیا جائے تو اس عرصہ پر دونوں کو محسوس کھڑکامشا بھی ایسی تھا کہ لوگوں کو دکھا دیا جائے کہ دیکھو ہم دونوں میں کون سا خلیفہ اور حفاظت شریعت سے جو ہماری امامت کا اصل مقصد ہے غافل نہیں ہوتے اور اُس کو

کسی کو جس طرح انجام دیتے ہیں پھر اگر ہم کسی وقت تمھاری آنکھوں سے اوجھل اور تھکائے  
ظاہری حواس سے غائب ہو جائیں تو یہ نہ سمجھ لینا کہ ہم نے اپنے مقصد کو ترک کر دیا  
اور اپنے فریضہ تبلیغ سے غافل ہو گئے اور اسی برس تک سفارت کے سلسلہ کا قلم  
رکھنا اپنے وجود کے کامل طور پر اثبات کے لئے تھا جس کے بعد شک و شبہ  
کی گنجائش نہ ہو۔

یہ کہنا کہ موجودہ وقت میں امام کی جانب سے ہدایت کس طرح ہوتی ہے  
جو مکمل معلوم نہیں ”مضحکہ خیز ہے۔

کیا زمانہ حضور امام میں جن جن پر دون کے اندر اصلاح امت کے  
فرض کو انجام دیا گیا ہے انہیں فریق ثانی کو بھی اس امر کا احساس ہوتا تھا  
کہ ہم کو ایک امام وقت بحیثیت امام ہدایت کر کے فریضہ تبلیغ کو ادا کر رہا ہو؟  
اس صورت سے تو پردہ کا مقصد فوت ہو جاتا اور سرستہ راز بے پردہ  
ہو کر سامنے آ جاتا۔

بس اب اس سوال کا حل رہ جاتا ہے کہ آخر غیبت امام کا فلسفہ کیا ہو  
اور امام نے غیبت اختیار کیوں کی؟  
اس کے لئے میں اپنے محترم ناظرین سے صبر و سکون کے چند لمحوں کا  
خواستگار ہوں۔



# غیبت امام کا فلسفہ

## امن و امان کی حفاظت

"امن و امان" خوشگوار مفہوم ہے، دنیا کی تمام متمدن و مہذب قومیں اسکی دل سے طالب ہیں اور اُس کو عالم کے صبر و سکون اور اطمینان کا ذریعہ خیال کرتی ہیں، روزانہ ایسے لاکھ رحل بنائے جاتے ہیں جنکے ذریعہ دنیا سے جنگ و بے امنی کا خاتمہ ہوا اور امن و امان کا دور و دورہ ہو جائے۔

سلطنتی معاہدے مجلس اترام کی تشکیل اور تخفیف تو اُسے حربیہ کی تحریک ان سب کا مقصد ایک اور نصب العین متحد ہے اور وہ وہی امن و امان ہے لیکن جہان تک حالات کا مشاہدہ کیا جاتا ہے یہ تمام تجویزین صرف اسی ورمی حیثیت رکھتی ہیں جنکو شرمندہ معنی نہیں سمجھا جاسکتا۔ وہ مقصد جس کے حصول کے لئے یہ تمام صورتیں اختیار کی جاتی ہیں بہت دور ہے، بلکہ اُس کے خلاف سلطنتوں کے باہمی رشک و رقابت میں اضافہ ہی ہو رہا ہے اور وہ وقت دور نہیں جب یہ تمام کاغذی معاہدے اور تجویزین ردی کی ٹوکری کا حصہ ہو جائیں اور انہی متمدن حکومتوں کے اندر ایسی آویزش ہو جو جنگ عظیم کے واقعات کو وقف طاق

نسیان بنا دے۔ یہ سب آخر کیوں؟ اسلئے کہ ظاہر باطن کا آئینہ دار اور  
اعضاء و جوارح نفسِ ناطقہ یا منیر کے فرمان بردار ہوتے ہیں جب تک دلوں میں  
خود غرضی، خود خواہی، خود پروری کے جذبات کا فرماہن، اپنے مفاد کو مقابل  
دوسرے کی اہم سے اہم ضرورت کوئی چیز معلوم نہیں ہوتی۔ جہانداری، جہان بینی  
کا شوق غالب ہے اور توسیعِ مملکت کا خیال سر کے اندر موجود ہے، ظاہری طاقت  
و جبروت کا غرور کمزوروں کی ذرا سی بات کو بڑا اور اپنے بڑے سے بڑے جرم کو چھوٹا  
دکھلانے پر تیار ہے۔ اُس وقت تک دنیا حقیقی امن و امان سے دوچار نہیں ہو سکتی  
اور نہ اُس میں سکون و اطمینان کا دور دورہ ہو سکتا ہے، یہاں اگر کچھ دن کے  
لئے ظاہری سمجھوتوں کی بنا پر مضامین سکون نظر آئے بھی تو وہ بالکل عارضی ہو  
کیونکہ وہ نفسانی خواہشات کے بر طاقت جھگڑوں کا مقابلہ نہ کر سکیگا جو اندھی  
کی صورت سے آنے والے ہیں۔

اسلام دنیا میں امن و امان کا پیغام لے کر آیا تھا اور عین اُس وقت  
کہ جب عربستان جنگِ آزمائی و فتنہ خیزی کا آماجگاہ تھا اور بات بات پر بڑبڑانا  
اور اپنے اور دوسرے کے خون کو ایک کرنا، انکی طبیعت و فطرت کا جزو و مخموم  
بنا ہوا تھا اسلام ہی تھا کہ جو اتحاد و اتفاق اور رواداری و عافیت پروری  
کا سبق دے رہا تھا اور مختلف طاقتوں کو سلسلہٴ تنظیم میں یکجہت اور ہم آہنگ بنا کر  
عالم میں وحدت و مسادات کے اصول کی نشر و اشاعت میں مصروف تھا لیکن



پیغمبر اسلام کے بعد مسلمانوں کی زمام اصلاح و تربیت جن با اقتدار ہاتھوں میں گئی وہ خود ان جذبات سے بلند نہ تھے کہ جو دنیا کے امن و امان کے واسطے با دسموم اور سم قاتل ہیں اور وہ اسلامی تعلیمات کے اصلی جوہر کو بھی پورے طور پر پہچان نہ سکے تھے اسلئے انھوں نے اسکی ترقی کثرت فتوحات اور تیسخیر ممالک میں مضمر سمجھی اور بزر و شمشیر لوگوں کو اُس کا پابند بنا کر اسکی مردم شناری میں اصناف کیسا جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ آج اس دور تمدن و تہذیب میں جبکہ دنیا زبان سے "امن و امان" کی نام لیوا ضرور ہے چاہے عمل سے وہ کامیاب طریقہ پر اسکی پابند نہ ہو سکے اسلام کو امن و امان کا دشمن اور اسکی ترقی و اشاعت کو خوریزی میں سوزی کا نتیجہ قرار دیا جاتا ہے جو اس پر نار و الزام کی حیثیت رکھتا ہو لیکن اُسکے لگائے جانے کی ذمہ داری خود اسلامی افراد کے سر عائد ہوتی ہے۔

ایمہ اہلبیتؑ جو حقیقتہً روحانیت اسلام کے محافظ اور اُسکے اسرار خات کے حامل تھے انھوں نے اپنے طرز عمل میں ہمیشہ اس جوہر کی کامل نگہداشت کی جو شخص انکی تاریخ زندگی میں عیق نظر کرے اُس کو پتہ چلیگا کہ انھوں نے اپنی حیات کے ہر دور میں فتنہ و فساد کے شعلوں کو خاموش اور امن و امان کو قائم رکھنے کی جدوجہد کی، انھوں نے اسکی خاطر اپنے حقوق سے ہاتھ دھوئے مصائب برداشت کئے تکلیفیں سہیں، مظالم جھیلے لیکن کسی ایسے اقدام سے گریز کیا جو اختلاف انگیزی و فتنہ خیزی کا موجب ہو، انھوں نے اس اہم پہلو کو

ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھا کہ ہم پر جو کچھ گزر جائے اور جو صورتیں بھی پیش آئیں  
لیکن ملک کی فضا مکدر نہ ہو اور اُسکے سکون و اطمینان میں دھچکا نہ لگے۔  
انکی زندگی کا اصول اساسی عدم تشدد اور ظلم و استبداد کے مقابلہ میں  
مظلومیت و مقہوریت تھا جسکے ساتھ وہ اپنے تحقیقی مقاصد کے حصول میں  
بھی کوشاں رہے۔

رسالہ آب کے بعد ہی اُنکے وحی اول امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ کو  
جس صورت حال سے مقابلہ کرنا پڑا وہ تاریخ کے اوراق پر اب تک موجود ہے  
یہ بھی معلوم ہے کہ علیؑ کی تلوار تنہا وہ تھی جس نے جوانی میں احد و خیبر و خندق  
ایسی لڑائیاں فتح کیں اور بڑھاپے میں جبل و صفین و نہروان ایسے معرکے سر  
کیے، وہ ادھیر پن میں بھی اُنکے پاس موجود تھی، اُنکے بازو وں کی طاقت  
اور دل کی قوت نے بھی جواب نہ دیا تھا، پھر کیا تھا کہ اپنے حقوق کو ضائع ہونے  
دیا، اپنے دروازہ پر کلڑیاں جمع ہوتے دیکھیں، اپنے گلے میں رسی بند ہوئی  
اور سب سے بڑھ کر معصومہ کبریٰ فاطمہ زہراؑ پر وہ مظالم ہوتے دیکھے جنکا تذکرہ  
بھی دلدوز ہے لیکن صبر کیا۔ بیشک مشہور قبیلہ بنی امیہ کے بزرگ خاندان  
ابوسفیان نے آکر کہا تھا کہ لو شئت ملکتہا خیل و رجالاً "اگر آپ چاہیں  
تو مدینہ کو میں آپ کی مدد کے واسطے سوار و پیادہ سے بھر دوں" لیکن روحانیت  
اسلام کے محافظ، امن و امان کے حامی امیر المومنینؑ نے ابوسفیان کو ٹوٹ کر جواب دیا

جسکے بعد اس کو کچھ کہنے کی بھی جرأت نہیں ہوئی۔ انھوں نے کہا مازلت  
عدو الاسلام فی جاہلیتک و اسلامک تو اسلام کی عداوت سے  
باز نہ آیا جاہلیت میں بھی اور اسلام میں بھی ”وہ خوب جانتے تھے کہ بحالت  
موجودہ تم لوگ اٹھنا اسلام کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے فنا کر دیگا، انکو معلوم تھا کہ آرت  
شمشیر انتقام کا نیا م سے کھینچنا تمام ملک کو خوزیری کے عظیم سمندر میں ڈبو دینا  
ہے۔ انھوں نے ملک کے مفاد کو اپنے شخصی مفاد پر مقدم رکھا، اور ۲۵ برس خان  
نیشینی میں گزار دیے۔ انھوں نے اپنی بلند وصلگی و عالی ظرفی کے تقاضا سے  
کبھی حکومت وقت کو مشکل اوقات میں امکانی امداد پہنچانے سے بھی دریغ  
نہیں کیا۔ مشورے دیئے مسائل کو حل کیا، قضا یا کو فیصل کیا یہ سب اس لئے کہ  
نظام مملکت میں انتشار نہ ہو اور اسلام کا شیرازہ بکھرنے نہ پائے۔

دوسروں کے برسر اقتدار ہونے پر زبانی احتجاج و استدلال پر انکفاء  
اور علی حیثیت سے سکوت کر کے انھوں نے ثابت کر دیا کہ ہم صرف اپنے ذاتی مفاد  
کے لئے اگرچہ وہ جائز حقوق کی حفاظت کیلئے ہو جا رہا نہ اقدام نہیں کرتے اور  
خود اپنی طرف سے دنیا کے امن و امان کو صدمہ نہیں پہنچاتے۔

میشک جب مسلمانوں کے اتفاق آراء و اکثریت نے بلا نزاع و اختلاف  
خود آپ کے سامنے تسلیم خم کر دیا اور نظام حکومت کی ذمہ داریاں آپ کی طرف  
عائد ہو گئیں تو ایسے لوگ جنھوں نے ذاتی اغراض کے ماتحت اسلامی نظم و نسق

کو درہم و درہم اور عالم اسلامی کے شیرازہ کو منتشر اور اسکے امن و امان کو فنا کرنا چاہا تاکہ تادیبی ہم کی جانب توجہ مبذول کرنا ضروری تھی جو خالص مدافعتانہ حیثیت سے انجام پذیر ہوئی۔

صغین کی تحکیم کے بعد امیر معاویہ کے لئے ایک مضبوط اقتدار حاصل ہو گیا تھا اور شام و مصر وغیرہ میں انکی سلطنت پورے طور پر قائم، اس طرف میں انھوں کی شہادت اور حسن محبتی کے برسر حکومت ہونے نے صورت حال میں ذرا تا زگی پیدا کر دی تھی اور اسلئے حسن محبتی کا معاویہ سے برسر پیکار ہونا جس کے لئے امیر المومنین کے بقیہ ساتھی بے چین تھے ایک حد تک جارحانہ صورت اور ملک گیری کی خواہش میں امن سوزی کا شائبہ رکھتا تھا اسلئے امام حسنؑ نے صلح کر لی اور دنیا کو دکھلا دیا کہ اجتماعی شیرازہ بندی کے لئے کس طرح شخصی منفعہ کو پامال ہونے دیا جاتا ہے۔ انھوں نے اس صلح کے بعد طرح طرح کے مصائب جھیلے دشمنوں اور ظاہری دوستوں کی زبان سے سخت و سست کلمات سنے اور دل آنا وطن و تشنیع اور روح فرسا الزامات کو برداشت کیا، یہ سب کس لیے؟ صرف امن و امان اور عام افراد کے راحت و اطمینان کی خاطر

دن برس ہا امام حسینؑ کا بھی صبر آزما اذیتوں کے باوجود تحمل سے کام لینا اور اسی کی خاطر تھا اور وہ نیرید کے خلیفہ ہو جانے پر بھی سکوت ہی سے کام لیتے اگر خود ان سے بیعت طلب نہوتی جس بیعت کو وہ اسلام کے لئے ملک حرین ضرب سمجھتے

تھے اور وہ تھی بھی ایسی، لہذا اُنھوں نے صرف مفاد اسلامی کی خاطر سب سے گریز کیا۔ اگر اُنھیں لڑنا ہی منظور ہوتا اور نیرید سے مقابلہ کرنا تو وہ مدینہ میں کبھی اُطراف و جوانب میں خطوط لکھتے اور ایک بڑا لشکر جمع کرتے یا مکہ میں طائف دین کے شہروں سے امداد حاصل کرتے جو علی ابن ابی طالب کے شیعوں سے چھلک رہے تھے۔

لیکن اُنھوں نے ایسا نہیں کیا، اُنھیں تو ملک میں فتنہ و فساد کو شعلوں کو بھڑکانا منظور نہ تھا، وہ امن و امان کو ہر چیز پر مقدم سمجھتے تھے بس وہ بیت سے فرار کئے ہوئے ایک جگہ سے دوسری جگہ اور دوسری سے تیسری جگہ جا رہے تھے اور یہی مسلک اُنکا آخر تک باقی رہا۔

اُنھوں نے کربلا پہنچنے کے بعد آخری وقت فرصت تک بھی عمر بن سعد کو نہائش کی ہے اور کہا ہے کہ مجھ کو پہاڑوں میں چلا جانے دو، ملک عرب کے حدود سے باہر نکلیانے دو لیکن جب معلوم ہو گیا کہ فریق مقابل کے ہزاروں تلواروں و نیزوں کو صرف حسین اور اُنکے ساتھیوں کے خون کی ضرورت ہی اور کچھ نہیں ہے تو وہ بھی کمال بلند جوگی سے اسکے لئے طیار ہو گئے اور درختوں کے مرقع کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے خون سے رنگین بنا لگے۔

سید سجادؑ اور اُنکے بعد سے امام حسنؑ و علیؑ کی تمام ائمہ معصومینؑ کی عمریں بھی بالکل خاموشی میں گذریں، اُنھوں نے جلیانوں میں رہنا، نظر بند ہونا، غل

وزنجیر کا پہننا اور تنہائی میں بسر کرنا گوارا کیا لیکن کبھی اپنے متبعین کو جنگ کی طرف دعوت نہیں دی بلکہ ہمیشہ خود اپنے خاندان میں سے اُن لوگوں کے افعال سے برائت کی جنہوں نے شمشیر انتقام کو کھینچ کر آتش حرب کو مشتعل کرنا چاہا اور اپنے ساتھیوں کو اُنکا ساتھ دینے سے مانفت کی۔

یہ سب کس لئے ہا ملک کے امن و امان، عالم کے راحت و اطمینان کی خاطر اس امن پسندی و عافیت گزینی کے باوجود تجربوں نے بتلایا کہ صرف اُنکے ذاتی کمالات کے باعث جو فطرۃً لوگوں کی گرویدگی کا باعث تھے دنیا اُنکی زندگی کی دشمن ہے اور اس لئے برابر اُنکی زندگی کے چراغ دشمنوں کے ظلم و استبداد کی آندھیوں سے خاموش ہوتے رہے جس کو اُنھوں نے کامل صبر و تحمل کیساتھ انگیز کیا اس لئے کہ ابھی امامت کا سلسلہ باقی تھا۔ وہ اپنی زندگی کو ختم کر کے امامت کی ذمہ داریاں ایک دوسری ہستی کے سپرد کر جاتے تھے۔

لیکن نسبت آئی امام ثانی عشر کی، وہ جن پر اس سلسلہ کا اختتام اور اس نظام کی انتہا ہے، دنیا و اہل دنیا کی افتاد طبع کو دیکھتے ہوئے یہ امر اُن پر ہے کہ اُنکی نسبت بھی ارباب دولت و اقتدار کا رویہ ہی رہے جو اُنکے قبل اُنکے اجداد کے ساتھ رہا کیا یعنی وہ زندگی کے ہر نفس میں اُنکی زندگی کو فنا کرنے کے درپے رہیں اور باطنی ضرب زہر یا ظاہری ضرب شمشیر سے اُنکے روح و بدن میں جدائی ڈالنا چاہیں۔

اب دو حال سے خالی نہیں یا تو قدرت انکو کافی قابو دیکر انھیں اپنے مقصد میں کامیاب ہو جانے دے اور امام صبر و سکون کے ساتھ اپنی جان کو جانے دین جیسا کہ اسکے قبل ہوتا رہا تو خدائی نصب العین اتھ سے گیا اور سلسلہ امامت منقطع ہو گیا اسی کو کہ یہ پہلے سے طے ہو گیا ہو کہ اللہ میں بارہ ہی ہونیوالے تھے اور یہاں ہر مرتبہ انکی مدافعت ہو اور انکی طاقتوں کو توڑنے، انکے منصوبوں کو باطل کرنے، انکے ارادوں کو ناکامیاب بنانے کے اسباب مہیا ہوں اور اس طرح امام کی حفاظت کی جائے تو کیا یہ تضادم و تقابل کا ایک غیر محدود سلسلہ نہ ہوگا اور کیا اسکے بعد دنیا کا امن و امان باقی رہ سکتا ہے؟

دنیا و اہل دنیا کی افتاد طبع یہ ہے کہ اگر ایک مرتبہ مقصد میں ناکامیابی ہو تو دوبارہ زیادہ ساز و سامان سے اسکی کوشش اور پھر ناکامیابی پر تیار رہے اس سے زیادہ اور یونہی جب تک جان میں جان ہے کوشش کا سلسلہ قائم رہے اب ذرا صحیح فکر کے ساتھ اس صورت کا اندازہ کرو تو تم کو مجسم طریقہ پر یہ نظر آئے گا کہ اگر پہلی دفعہ انفرادی حیثیت سے گرفتاری یا قتل کی کوشش ہوئی اور وہ ناکامیاب ثابت ہوئی تو دوسری مرتبہ اجتماعی حیثیت سے چند آدمیوں کی معیت میں اور اس پر بھی مقصد نہ پورا ہوا تو ایک فوج کے ساتھ اور وہ ایک مرتبہ ناکام ثابت ہوئی تو دوبارہ اسلحہ کے اضافہ اور فوج کی زیادتی کے ساتھ اور اس طرح یہ ایک طویل سلسلہ ہوگا فتنہ و فساد اور تضادم و تقابل کا جو دنیا سے

صبر و سکون کو مفقود اور راحت و اطمینان کو نایاب بنانے کا ذمہ دار ہے اسکے لئے صرف ایک ہی صورت کامیاب تھی کہ امام کا وجود باقی رہے لیکن دنیا کی نظروں سے پوشیدہ اور لوگوں کی آنکھوں سے اوجھل اور وہ اُسی پردہ میں رہ کر غیر محسوس طریقہ پر اپنے فرائض کو انجام دین۔ اس میں نہ تو مقصد اہم کا فوت ہے اور نہ دنیا کے صبر و سکون میں خلل

امام کی غیبت یقیناً دنیا کے امن و امان کی خاطر تھی جسکے ساتھ مقصد کا تحفظ بھی مضبوط طریقہ پر انجام پذیر ہو۔

ضرورت ہے اُنکے وجود کی بھی اور اُنکے غیبت کی بھی۔ کب تک؟ جب تک کہ خدا کو اس کا رگاہ عالم ہستی کا ایک طویل مدت تک باقی رکھنا منظور ہے۔ بیشک جب دنیا کی عمر قریب ختم ہو چنے اور یوم موعود نزدیک، اُسوقت ہدایت خلق کی تمام ضرورتوں کے ظاہر ہو جانے کا وقت اور لیظہر علی الدین کلمہ ولے وعدہ کے پورا ہونیکا موقع ہے، وہ وہ زمانہ ہے کہ پردہ غیبت چاک ہو اور امام عصر ظہور فرمائیں،

اُنکی حیانت کا ثبوت بھی شمشیر و خنجر اور تیرو تفنگ کی طاقتوں کا ممنون احسان نہوگا بلکہ آسمانی نشانیاں اور کائنات عالم کی متفقہ گواہیاں اور خداوندی آیات و علامات کی متواتر تجلیاں اُنکے ظہور کے قبل و بعد اُنکی نقائص کا فرض انجام دیکر افراد بشر کے سامنے اُنکا بہتر سے بہتر تعارف کرادیگی جسکو بعد



کسی منکر کے لئے حیلہ حوالہ اور شک و شبہ کی گنجائش باقی نہ رہیگی۔ اُنکا ظہور بالکل اپنے جدا مجد اور مورث اعلیٰ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور کی تصویر ہوگا اور اُسی صورت سے اعلیٰ کلمۂ الحق اُنکا نصب العین لیکن جس طرح رسول کو لہو راٹھانا پڑی اُن لوگوں کے ہاتھوں مجبور ہو کر جو خود آپ کی تحریک کو پامال کرنے کے لئے خونی و امن سوزی پیمانہ ہو گئے تھے سطح انکے مقابلہ میں خود وہ جنھیں اپنے باطل اقتدار کی بنیادوں میں اس حقانی طاقت کے ہاتھوں زلزلہ محسوس ہو گا وہ اس کی بیخ کنی پر ہر امکانی جدوجہد سے آمادہ ہو جائینگے اور آپ کے مقابلہ میں صفت آرائی و فوج کشی میں اپنی منصوبہ بازی نہ مٹ کر دینگے جس کا رد عمل یہی ہے کہ انکی ہمتوں کو پست اور انکی طاقتوں کو مضہل اور اُنکے ارادوں کو شکست دیکر دین حق کو محفوظ اور اُسکے بول کو بالا رکھا جائے اور اس طرح لیظہر علی الدین کلمہ کا وعدہ پورا ہو۔

یہ حقیقت حال سے ناواقفیت کا نتیجہ ہو کہ حضرت حجت کی ان لڑائیوں پر اصول امن و امان کے تحت بن حرف گیری کی جائے جبکہ وہ لڑائیاں مافاعیہ حیثیت کھیتی ہیں اور امن و امان کی حفاظت کیلئے ان لوگوں کی سرکوبی کیلئے ہیں جو شخصی اقتدار اور ذاتی استبداد کی خاطر اجتماعی روح حیات کو فنا اور امن و امان کو نظم کو درہم برہم کر رہا ہیں۔ اس طرح دین الہی کا دور دورہ تمام عالم میں منتشر ہو جائیگا اور حق و صداقت کا آفتاب آفتاب نیمروز نیکر دنیا میں چمکنے لگے گا، یہاں تک کہ حکم الہی

پورا ہو اور ہولے فنا سے آخری چراغِ امانت کی کو بھی محفوظ نہ ہے لیکن یہ وہ وقت ہو گا کہ جب دنیا کی بھی زندگی ختم ہے اور قیامت کے ہولناک اسرار و آثار کے ظہور کا وقت ہے۔

اس مطلب کی طرف غرض جناب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد حدیثوں میں بہت لطیف عنوان سے اشارہ فرمایا ہے۔  
لاحظہ ہو صواعق محرقة ابن حجر کی (مطبوعہ مصر ص ۱۱۱)

اخرج ابو یعلیٰ عن سلمۃ بن الاعمش ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال للنجوم امان لاهل السماء واهل بیتی امان لامتی۔

”ستارے اہل آسمان کے لئے امن و امان کا باعث اور میرے اہلبیت میری امت کے لئے امن و امان کا ذریعہ ہیں“ اس روایت کو حضرت رسولؐ کو ابو یعلیٰ نے اپنی سند سے نقل کیا ہے۔

ایک دوسری روایت میں یوں ہے۔

اهل بیتی امان لاهل الارض فاذا هلك اهل بیتی جاء اهل الارض من الايات ما كانوا يوعدون۔

”میرے اہل بیت اہل زمین کی حفاظت و امان کا سبب ہیں، پس جب میرے اہلبیت اٹھ جائیں گے تو اہل زمین کے لئے وہ نشانیاں (آثار قیامت) ظاہر ہونا شروع ہو جائیں گی جسے ان کو بڑا یا جاتا رہا ہے“

امام احمد بن حنبل کی روایت ہے:-  
 فاذا ذهب الجرم ذهب اهل السماء واذا ذهب اهل بيتي  
 ذهب اهل الارض۔

”جب ستارے فنا ہونگے تو اہل آسمان کی فنا کا وقت ہے اور جب میرے  
 اہل بیت اٹھیں گے تو بس پھر اہل زمین کے فنا ہونے کا وقت ہو۔“  
 علامہ ابن حجر نے ص ۹۲ میں ان احادیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے۔  
 وذلك عند نزول المہدی لما یأتی فی احادیثہ ان عیسیٰ یصلی خلفہ  
 ویقتل الدجال فی زمنہ وبعد ذلك تتابع الایات۔

”یہ صورت امام مہدی کے ظہور کے بعد ہوگی اسلئے کہ ان احادیث میں یہ اثر  
 ہوا ہے کہ عیسیٰ آپ کے پیچھے نازل پڑھیں گے اور دجال آپ کے زمانہ میں قتل کیا جائیگا،  
 بس اس دور کے بعد آیات قدرت (آثار قیامت) پے درپے ظاہر ہونا شروع ہو جائیں گے  
 اسکے ساتھ ان احادیث پر بھی نظر ڈالنا چاہیے زمین خفاہ وائمہ حقیقی کی تعداد  
 بتلائی گئی ہے کہ وہ بارہ ہونگے۔

لاحظز ہونیامع المودۃ مطبوعہ اسلامبول ص ۲۴۵

عن الشعبی عن مسروق قال بینا نحن عند ابن مسعود نعرض مصاحفہ  
 علیہ اذ قال لہ فقی هل عہد الیکم نبیکم کہ یکون من بعدہ خلیفۃ قال  
 انک لمحدث السن وان ہذا الشیء ما سألنی عنہ احد قبلاک نعم عہد الینا

نبینا صلے اللہ علیہ وسلم انہ یکون بعد انما عشر خلیفۃ بعد و نقباء  
بنی اسرائیل۔

”مسروق کی روایت ہے کہ ایک روز ہم ابن مسعود کے پاس بیٹھے ہوئے  
اپنے قراتون کو پیش کر کے تسبیح کر رہے تھے کہ ایک مرتبہ ایک جوان نے ابن مسعود سے  
پوچھا ”تمہارے نبی نے کسی قرار داد کے ذریعہ سے یہ بھی بتلایا ہے کہ اُنکے بعد تو  
خلیفہ ہونگے؟“ ابن مسعود نے کہا ”تم تو کس ہوا اور یہ سوال ایسا ہے کہ جو تمہارا  
قبل کسی نے مجھ سے نہیں کیا تھا۔ ان بیشک ہمارے رسول نے ہم سے یہ عہد  
و پیمان قرار دیا ہے کہ آپ کے بعد نقباء بنی اسرائیل کی تعداد کے موافق خلیفہ  
ہونگے۔“

صحیح مسلم کی حدیث ہے۔

لا ینزال الدین قائما حتی تقوم الساعة ویكون علیہم انما عشر خلیفۃ  
کلہم من قریش ”ہمیشہ دین قائم رہیگا یہاں تک کہ قیامت آئے اور تمام لوگوں  
کے رئیس بارہ خلیفہ ہونگے جو سب قریش سے ہونگے۔“  
دین کے قیامت تک قائم رہنے کی تہدید کے ساتھ افراد بشر میں ۱۲ خلفاء  
ہونے کی خبر دینا صاف طور سے بتلایا ہے کہ وفات رسول سے روز قیامت تک  
مجموعی مقدار کجس میں دین کا قیام و بقا رہے پورے ۱۲ خلفاء پر منقسم ہے  
خصوصاً جب اسکے ساتھ نیمہ رنگا جا آئے۔

سنن ابوداؤد کی روایت کا کہ

لا يزال هذا الدين عزيزا لى اثني عشر خليفة كلهم من قریش  
 "ہمیشہ دین عزت دار رہیگا جب تک کہ ۱۲ خلفاء کا سلسلہ باقی رہے  
 جو سب قریش سے ہوں۔"

اور صحیحین کی دوسری حدیث -

لا يزال امر الناس ما ضيا ما وليهم اثنا عشر خليفة كلهم من قریش  
 "لوگوں کا دین اس وقت تک جاری و نافذ رہیگا کہ جب تک ۱۲ خلفاء اس کے  
 والی ہوں کہ جو سب قریش سے ہوں گے۔"

اور تیسری روایت -

ان هذا الامر لا ينقضي حتى يمضي فيهم اثنا عشر خليفة كلهم من قریش  
 "یہ امر دین منقضى نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ بارہ خلفاء گزر نہ جائیں  
 جو سب کے سب قریش ہوں گے۔"

ان احادیث سے صاف ظاہر ہے کہ دین کا قیام و بقا ان خلفاء کے دم  
 تک ہے اور پہلی حدیث میں تصریح ہے کہ دین کا قیام و بقا روز قیامت تک  
 ہے، اس سے صریحیہ تبصرہ نکلتا ہے کہ ان بارہ خلفاء کو وفات رسولؐ سے لیکر  
 قیامت تک کی مجموعی مدت میں موجود رہنا چاہیئے۔

تاج و تخت کے مالک ظاہری خلفاء کا حساب کیا جائے تو شروع سے لیکر

اس وقت تک کی مجموعی تعداد کئی درجنوں تک پہنچتی ہے اور اب تو بالکل ان قسح  
 بشکست و اکن ساقی نماند کے مطابق وہ سلسلہ ہی ختم ہو گیا۔ اگر رسول کے کلام  
 میں سچائی کا جوہر ہونا ضروری سمجھا جائے تو یہ احادیث ائمہ اثنا عشر علیہم السلام کثرت  
 کے لئے نص صیح نظر آئینگے اور یہ معلوم ہو جائیگا کہ انہی کے وجود تک شیرازہ عالم  
 قائم ہے اور ان کے بعد قیامت آنے کے سوا کچھ نہیں ہے۔

## مہدی موعود کی مشین گوئی

اور  
 اسلام کے متفقہ احادیث  
 مہدی موعود کا نام و نسب، اور ان کے اوصاف و خصوصیات  
 اور ظہور کے علامات

مہدی موعود کے ظہور کا مسئلہ ایسا نہیں ہے جو اسلامی دنیا میں کوئی اختلافی  
 حیثیت رکھتا ہو؛ اس میں کسی خاص فرقہ کو خصوصیت حاصل ہو بلکہ مسلمانوں کے  
 مستند احادیث جن پر ان کے ارکان مذہبی اور اصول دینامی کا دار و مدار ہے وہ  
 اس لفظ پر متفق ہیں اور اسی لئے ہزاروں اختلافوں کے باوجود اصل مہدی کے

ظہور میں مسلمانوں کے اندر کوئی اختلاف نہیں ہو یہ احادیث مبہم صورت بھی نہیں رکھتے کہ جنہیں ہمدی کی شخصیت کو غیر محدود افراد کے اندر مرد چھوڑ دیا ہو بلکہ انہیں شخصیت و اوصاف کے ذریعہ سے ہمدیت کے دائرہ کو محدود سے محدود و تر بنا دیا گیا ہے۔

سواد اعظم کے جوامع حدیث ان احادیث سے ملوہین اور بہت سے اکابر حفاظ و شیوخ نے خاص حضرت ہمدی کے متعلق رسالے اور کتابیں تصنیف کی ہیں جنہیں سے امام حافظ ابو عبد اللہ محمد بن یوسف الکبجی شافعی متوفی ۵۵۷ھ کی کتاب "البیان فی اخبار صاحب الزمان" خوش قسمتی سے میرے پیش نظر ہے جو ۱۳۳۷ھ میں دینائے اسلام کے ممتاز مرکز علم و دارالسلطنت مصر میں طبع ہوئی ہے۔

اس کتاب کا ذکر خود مصنف نے اپنی مشہور کتاب کفایۃ الطالب کے آخر میں کیا ہے اور کاتب چلبی کی کتاب کشف الظنون میں بھی اس کا ذکر باہین الفاظ موجود ہے البیان فی اخبار صاحب الزمان للشیخ ابی عیاد اللہ محمد بن یوسف الکبجی المتوفی سنۃ ثمان و خمسين و ثمان مائۃ

چنانچہ سرسرت اسی کتاب البیان اور دیگر چند مستند کتب سے جو سائے موجود ہیں ایک فہرست ان احادیث کی جو امام ہمدی کے متعلق وارد ہوئی ہیں اندر نظر کرتا ہوں جس سے اندازہ ہو گا کہ امام ہمدی کا ظہور کوئی فرقہ شیعو کی نگاہ سے نہیں ہے بلکہ اسلامی متفقہ احادیث اس عقیدہ میں ان کے ہم آواز ہیں۔

(۱)

اخرج احمد والباوردی انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لبشروا  
بالمہدی رجل من قریش من عترتی یخرج فی اختلاف من الناس و  
زلزال فیہ الا ارض عدلا و قسطا کما ملأت ظلما و جورا یدعی عنہ ساکن  
الارض و السماء و یقیم المال صحاحا بالسویۃ و یملا قلوب امۃ محمد غنی  
و یسعہم عدلہ

المبارک ہو تم کو مہدی کا ظہور وہ ایک شخص ہوگا قریش میں کامیری عترت  
میں سے اور نزع بشر کے اختلاف و تلاطم کے وقت ظاہر ہو کر زمین کو عدل و  
انصاف سے ملو کر دیگا جس طرح وہ اسکے قبل ظلم و جور سے ملو ہو چکی ہوگی۔  
اس سے زمین و آسمان دونوں کے رہنے والے خوش ہونگے، وہ پوری پوری  
مسافات کے ساتھ اموال کو تقسیم کرے گا اور مسلمانوں کے دلوں کو غمی کر دیگا،  
اور ان کو عدل و انصاف سے گھیر دے گا۔

اس روایت کی امام احمد بن حنبل اور باوردی نے تخریج کی ہے ملاحظہ  
ہو صواعق محرقة علامہ ابن حجر مکی مطبوعہ مصر ص ۱۲۱ و اسعاف الرخین محمد بن  
علی صبان مصری مطبوعہ مصر بر حاشیہ نورا لبصار ص ۱۳، نورا لبصار میں سید  
موسى بلنجی نے اس روایت کو مسند احمد بن حنبل سے نقل کیا ہے اور ابتداء فی القل  
یہ ہیں کہ ابشرکم بالمہدی یملا الارض قسطا و عدلا کما ملئت جورا و ظلما



نور الالبصار ص ۱۵۵) اور حافظ کنجی نے ان لفظوں سے نقل کیا ہے البتہ کہ  
بالمہدی بیعت فی امتی علی اختلاف من الناس وزلازل الخ اور اسکو  
نقل کرنے کے بعد لکھا ہے ہذا حدیث حسن ثابت اخرجه شیخ اہل البعث  
فی مسندہ (کتاب البیان ص ۳۸)

(۲)

عن علی علیہ السلام عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لو لم یبق  
من الدہل الا یوم لبعث اللہ رجلاً من اہل بیتی یملا ہاعد لا مکا  
ملأت جوراً ہکذا اخرجه ابوداؤد فی سندہ۔

"حضرت علی کی روایت ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا اگر زمانہ میں ایک دن  
سے زیادہ باقی نہ رہا ہو تو جب بھی میرے اہلبیت میں سے ایک شخص مبعوث  
ضرور ہوگا جو زمین کو عدل سے ملو کر دے جس طرح اُس میں جو رستم کا دور  
دورہ ہو چکا ہوگا، حافظ ابوداؤد نے سنن میں اسکی تخریج کی ہے" کتاب  
البیان حافظ کنجی ص ۱۵۵، نور الالبصار ص ۱۵۵) ایک روایت میں من  
اہل بیتی کی جگہ من عتوقی ہے۔ علامہ ابن حجر نے اس حدیث کو نقل کرتے  
ہوئے لکھا ہے۔ اخرج ابوداؤد والترمذی وابن ماجہ (صواعق محرقہ  
ص ۱۳۸) اور اسی صورت پر علامہ صبان نے بھی اس کو درج کیا ہے (اسحان  
الراغبین حاشیہ ص ۱۳۸)

(۳)

ابو ہریرہ کی روایت لو لم یبق من الدنیا الا یم لوطل اللہ ذلک  
الیوم حتی یلی جل من اهل بیت یواطی اسمہ اسمی۔

"اگر دنیا کی زندگی کا صرف ایک دن باقی ہو تب بھی خدا اُس دن کو  
طولانی کر دیگا یہاں تک کہ ظاہر ہو میرے اہل بیت میں سے ایک شخص جس کا  
نام میرے نام کا سا ہوگا۔"

حافظ کنجی نے کہا ہے۔ ہذا حدیث صحیحہ ہکذا اخرجہ الحافظ محمد  
ابو عیسیٰ الترمذی فی جامعہ الصحیح (کتاب البیان ص ۹)

(۴)

جابر صد فی کی روایت سیکون بعدی خلفاء ومن بعد الخلفاء  
امراء ومن بعد الامراء ملوک جابرة ثم یخرج المہدی من اہلبیتی  
یملا الارض عدلا کما ملأت جورا۔

"میرے بعد کچھ خلفا ہونگے پھر کچھ امراء کا سلسلہ شروع ہوگا، ان کے بعد  
جابر و ظالم بادشاہ ہونگے پھر میرے اہلبیت میں سے مہدی کا ظہور ہوگا،  
جو زمین کو عدل سے ملو کر دیگا جیسا کہ وہ جو رستم سے ملو ہو گئی ہوگی۔"

حافظ کنجی نے لکھا ہے ہکذا رواہ ابو نعیم فی فوائدہ والطبرانی  
فی معجمہ الکبیر ورویناہ عالیا من ہذا الوجه (کتاب البیان ص ۱۰)

نور الابصار ص ۱۵۵ میں بھی یہ حدیث انہی دونوں حوالوں سے مذکور ہے لیکن  
اُس میں اسناد اس کا جابر بن عبد اللہ انصاری کی طرف ہے۔

(۵)

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو مخاطب کر کے ایک طویل حدیث کے  
ذیل میں فرمایا ہے۔

متأسبظا هذه الامة انباك الحسن والحسين وهما سيدا  
شباب اهل الجنة وابوهما والذی بعثنی بالحق خیر  
منهما یا فاطمة والذی بعثنی بالحق ان منهما مهدی  
هذه الامة اذا صارت الدنيا هرجا ومرجا وتظاهرت الفتن  
وتقطعت السبل واغار بعضهم على بعض فلا کبیر یرحم صغیرا ولا صغیر  
یوقر کبیرا یبعث الله عند ذلک منہما من یفتح حصون الضلالة و  
تلقوا باغلقا یقوم بالدين فی آخر الزمان کما تمت به فی اول الزمان  
ویملاها عدلا کما ملأت جورا۔

"ہم ہی ہیں سے سبطین ہیں یعنی تمہارے دونوں فرزند حسن حسین  
اور یہ دونوں جو انان اہل جنت کے سردار ہیں اور خدا کی قسم انکا باپ نے  
بھی انفضل ہے اور خدائے انہی دونوں کی نسل سے مهدی امت ہوگا۔ اُس وقت کہ  
جب نظم دنیا درمہم و برہم اور فتنہ و فساد کا سلسلہ قائم ہوگا اور راستے بڑھیں

اور لوگ لوٹ مار میں مشغول ہونگے، نہ بڑا چھوٹے پر شفقت اور نہ چھوٹا بڑے کی بزرگداشت کرتا ہوگا، اسوقت ان دونوں کی نسل سے خدا اُس کو مبعوث کرے گا جو ضلالت و گمراہی کی قلعون اور قفل پڑے ہوئے دلوں کو فتح کر لے گا وہ آخر دور میں دین کو اُسی طرح قائم کرے گا جس طرح میں نے اول دور میں قائم کیا۔ وہ دنیا کو عدل سے اُسی طرح معمور کر دے گا جیسا وہ ظلم سے مملو ہو چکی ہوگی۔

حافظ کنجی نے اس پوری حدیث کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے ہکذا ذکرہ صاحب حلیۃ الاولیاء فی کتابہ للاتباع بذکر نعت المہدی و اخوجہ الطبرانی شیخ اہل الصنعة فی معجمہ الکبیر اس کو حافظ ابو نعیم اصفہانی صاحب حلیۃ الاولیاء نے اپنی کتاب حالات امام مہدی میں درج کیا ہے اور اسکی علم حدیث کے کامل الفن استاد طبرانی نے معجم کبیر میں تخریج کی ہے اور اس فقرہ کی شرح میں کہ وہ حسن حسین و دونوں کی نسل سے ہو گا حاکم پر لکھا ہے وذلك لان ائم الباقین الحسن المجتبیٰ فہو ومن بعدہ من الاثمة من نسلہا بات یہ ہے کہ امام باقر کی وارثہ امام حسن کی صاحبزادی تھیں اسلئے وہ اور اُنکے بعد کے ائمہ سب حسن حسین و دونوں کی نسل میں سے ہیں۔ (کتاب البیان ص ۱)

الحاکم فی صحیحہ بحیث بامتی فی آخر الزمان بلاء شدد ید من سلاطینہم  
لم یسمع بلاء اشد منه حتی لا یجد الرجل ملجاء فیبعث اللہ سرجلا  
من عترتی اهل بیتی یملأ الارض قسطا وعدلا کما ملأت ظلما وجورا  
"میری امت آخر زمانہ میں سلاطین کے ہاتھوں ایک عظیم بلا زمین بہت لا  
ہوگی جس سے زیادہ بلا سنانی نہ دی گئی ہوگی یہاں تک کہ کسی کو کوئی جگہ  
پناہ نہ ملے گی،

اس موقع پر خدا میری عزت اور الہیت میں سے ایک شخص کو مبعوث  
کرے گا، جو زمین کے عدل و انصاف سے ملو کر دے جس طرح وہ ظلم و جور سے ملو  
ہو گئی ہوگی۔ اس حدیث کی حاکم نے مستدرک میں تخریج کی ہے (صواعق محرقہ  
ص ۱۸) اور اسعاف الرحمن میں اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے  
وروی الطبرانی والبیہار بخوہ (حاشیہ نور الابصار ص ۱۳۴-۱۳۵)

اس حدیث کے مثل ابوسعید خدری کی دوسری روایت ہے قال ذکر  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلاء یصیب الامۃ حتی لا یجد الرجل  
اس کو حافظ کنجی نے کتاب البیان میں نقل کیا ہے (ص ۲۱) اور اسی روایت  
کو حافظ شام جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب الصالح و احسان میں جس کا  
قدیم قلمی نسخہ میرے سامنے ہے حسان کے ذیل میں درج کیا ہے۔

(۷)

المہدی رجل من عترتی یقاتل علی سنتی کما قالت انا علی لومی  
 ”مہدی میری عترت میں سے ہوگا وہ میری سنت پر جہاد کرے گا جس طرح  
 میں نے وحی کی بنا پر جہاد کیا۔“ اس کی نعیم بن حماد نے تخریج کی ہے (اصول فقہ  
 محرقہ ص ۱۸)

(۸)

ام سلمہ کی روایت المہدی من عترتی من ولد فاطمة ”مہدی میری  
 عترت میں فاطمہ کی نسل سے ہوگا۔“  
 حافظ کنجی نے ایک طریق سے اس کو روایت کرنے کے بعد لکھا ہے ”ہذا  
 حدیث حسن صحیح اخرجہ ابن ماجہ المافظ فی سننہ کما اخرجہ ابی جہر ایک  
 دوسرے طریق سے اس روایت کو درج کیا ہے اور پھر لکھا ہے۔ ”ہذا حدیث  
 حسن صحیح اخرجہ المافظ ابو داؤد فی سننہ (کتاب البیان ص ۱۵-۱۶)  
 ابن ماجہ والی روایت سنن ابن ماجہ مطبوعہ مصر (ج ۲ ص ۲۶۹) میں  
 موجود ہے بے شک اُسکی لفظیں یہ ہیں المہدی من ولد فاطمة۔  
 علامہ ابن حجر نے اس حدیث کو من عترتی کی لفظ کے ساتھ درج کرتے  
 ہوئے لکھا ہے۔

اخرجہ مسلم و ابو داؤد و النسائی و ابن ماجہ و البیہقی و آخرون

(صواعق محرقة منہ)

حافظ سیوطی نے بھی کتاب الصلح الحسان میں اس روایت کو حسان کے ذیل میں درج کیا ہے۔

(۹)

خليفة بن اليمان کی روایت المهدی من ولدی وجهه تیلًا لک القمر الدری اللون لون عربی والجمع جسم اسوائیلی یملأ الارض عدلاً کمات لات جوراً یرضی بخلافة اهل السموات واهل الارض۔

”مہدی میری اولاد میں سے چہرہ اس کا مثل ماہتاب کے روشن ہوگا رنگ عربی اور جسم اسرائیلی وہ زمین کو عدل و انصاف سے ملو کر دیگا جس طرح وہ ظلم و جور سے ملو ہوگی۔ اس کی خلافت سے اہل آسمان و اہل زمین سب ہی راضی و خوشنود ہونگے۔“

اس کی ابن شیرویہ دہلی نے فردوس الاخبار میں تخریج کی ہے کتاب البیان حافظ کنجی ص ۳۲، نور الابصار شہنشی ص ۱۵۴ علامہ ابن حجر نے اس کو اپنی وطبرانی وغیرہا کے حوالہ سے درج کیا ہے اس کی لفظیں یہ ہیں المهدی من ولدی وجهه کالکعب الدری

(صواعق محرقة منہ) اور اسی کے مثل علامہ حبیبان نے نقل کیا ہے۔  
علامہ اسعاف الرغبین حاشیہ ص ۱۳۵

(۱۰)

ابو ایوب انصاری کی روایت کہ حضرت نے جناب فاطمہ سلام علیہا کو مخاطب کر کے فرمایا مناسبتاً ہذا الامت الحسن والحسين وهما ابناك  
ومنا المهدى۔

"ہم میں سے سبطین حسن وحسین ہیں جو تمہارے فرزند ہیں اور ہم میں سے مہدی ہیں۔"

ہکذا رواه الطبرانی فی معجمه الصغير (کتاب البیان ص ۱۲)  
وصواعق محرقه ص ۱۸

(۱۱)

انس بن مالک کی روایت نحن ولد عبد المطلب سادة  
اهل الجنة انا وحزرة وعلى وجعفر والحسن والحسين والمهدى۔  
"ہم اولاد عبد المطلب اہل جنت کے سردار ہیں میں اور حمزہ اور علی  
اور جعفر اور حسن اور حسین اور مہدی۔"

حافظ کنجی نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے ہذا احادیث  
صحیحہ اخرجہ ابن ماجہ الحافظ فی صحیحہ کما سقناہ ورویناہ عالیہما بحمد اللہ  
واخرجہ الطبرانی عن جعفر بن عمر بن الصباح عن سعد بن عبد الحمید  
کما اخرجناہ ورواہ ابو نعیم الحافظ فی مناقب المہدی بطریق شقی۔



(کتاب البیان ص ۱۸) سنن ابن اربعہ مطبوعہ مصر کے ج ۲ ص ۲۶۹ میں یہ روایت موجود ہے اور علامہ ابن حجر نے صواعق محرقہ میں اس کو دیلمی وغیرہ کے حوالہ سے درج کیا ہے (ص ۹)

(۱۲)

حضرت علیؓ کی روایت قلت یا رسول اللہ! امتنا آل محمد المہدی  
ام من غیرنا فقال رسول اللہ! لا بد منا بنا ینتہم اللہ الدین کما فتح  
اللہ بنا۔

"میں نے سوال کیا یا رسول اللہ کیا مہدی ہم آل محمد سے ہو گا یا ہمارے  
غیر سے حضرت نے فرمایا یقیناً وہ ہم میں سے ہو گا، ہم ہی پر خدا دین کو ختم کریگا  
جس طرح ابتدا دین کی ہم سے کی۔"

حافظ کنجی نے اس روایت کے بعد لکھا ہے۔ ہذا حدیث حسن علی  
سرواہ الحفاظ فی کتبہم فاما الطبرانی فقد ذکرہ فی المعجم الاوسط واما  
ابو نعیم فرواہ فی حلیۃ الاولیاء واما عبد الرحمن بن حاتم فقد ساقہ  
فی ہوالیہ کما اخرجناہ (کتاب البیان ص ۳۹-۴۰)

نور الابصار میں بھی مذکورہ بالا روایت کو نقل کرتے ہوئے حافظ  
کنجی کی اس عبارت کو درج کیا ہے (ص ۱۵) اور علامہ ابن حجر نے طبرانی کے  
حوالہ سے نقل کیا ہے۔

سيكون من بعدى خلفاء ثم من بعد المخلصاء أمراء ثم من بعد  
الأمراء ملوك ومن بعد الملوك جبابرة ثم يخرج رجل من اهل بيتي  
يملا الارض عدلا كما ملكت جورا-

”میرے بعد خلفاء ہونگے، پھر امراء پھر بادشاہ پھر سرکش و جبار لوگ، پھر ایک شخص میرے اہل بیت میں سے ظاہر ہوگا جو زمین کو ظلم و ستم کے بجائے عدل و انصاف سے بھر دے۔“

اس کی تخریج طبرانی نے کی ہے (صواعق محرقہ ابن حجر مکی ص ۱۲۱)

12

عبداللہ بن عباس کی روایت ہے کہ اُمّہ ثانیہؓ نے کہا کہ میں نے اپنے آپ کو اپنے آپ سے جدا کر دیا اور میں نے اپنے آپ کو اپنے آپ سے جدا کر دیا۔

"وہ امت کبھی ہلاک نہیں ہو سکتی جسکے اولین میں اور آخرین میں

عیسیٰ بن مریم اور وسطین ہمدی ہو۔

حافظ کنجی نے اس کے نقل کے بعد لکھا ہے۔ ہذا حدیث حسن روایت

المحافظ ابو نعيم في عواليه و احمد بن حنبل في مسنده (كتاب البيان) ٢٢

علامہ صبان نے بھی اسے افرار غبین میں اس حدیث کو نقل کیا ہے

(حاشیہ نور الابصار ص ۱۳۶)

اس حدیث میں امام مہدی کو وسط میں اس اعتبار سے کہا گیا ہے کہ حضرت کا ظہور پہلے ہوگا اور پھر عیسیٰ بن مریم آسمان سے اترینگے اور حضرت کی مساعدت و نصرت فرمائینگے۔

(۱۵)

ابوسعید خدری کی روایت مٹا الذی یصلی عیسیٰ بن مریم خلفہ  
”ہم میں سے وہ ہے جسے پیچھے عیسیٰ بن مریم نماز پڑھینگے“  
اخرجه الحافظ ابو نعیم فی کتاب مناقب المہدی (کتاب البیان ص ۳۲)

(۱۶)

ابوسعید خدری کی روایت۔ منامہدی الامۃ الذی یصلی عیسیٰ  
خلفہ ثم ضرر علی منکب الحسین فقال من ہذا امہدی الامۃ  
”ہم میں سے مہدی امت ہے کہ جسے پیچھے عیسیٰ نماز پڑھیں گے، پھر  
حضرت نے امام حسینؑ کے کاغذ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ مہدی امت اسکی  
اولاد میں سے ہوگا۔“

اخرجه الدارقطنی صاحب الجرح والتعدیل (کتاب البیان  
حافظ کنجی ص ۳۵)

(۷۱)

عبداللہ بن مسعود کی روایت آنا اہل بیت اختار اللہ لنا الاخرة  
 علی الدنیا وان اہل بیتی سیلقون بعدی بلاء وتشرید او تطرید حتی  
 یاتی قوم من قبل المشرق معهم رایات سود فیسألون الخیر فلا یعطونہ  
 فیقاتلون فینصرون فیعطون ما سألوا فلا یقبلونہ حتی یدفعوہا الی اہل  
 من اہل بیتی فیملأوها قسطا کما ملأوها جورا

”ہمارے گھرانے کے لئے خدا نے دنیا کو چھوڑ کر آخرت کو منتخب کیا ہے  
 اور میرے اہلبیت کو میرے بعد جلا وطنی و بیکسی و مصیبت کے تکالیف برداشت  
 کرنا ہونگے یہاں تک کہ مشرق کی جانب سے کچھ لوگ نمودار ہوں جن کیساتھ  
 سیاہ نشان ہونگے وہ لوگوں سے حقوق کا مطالبہ کریں گے لیکن لوگ انکی بات  
 کو رد کر دیں گے، اس وقت وہ جنگ کریں گے اور لوگ اب انکی بات ماننے پر طیار  
 ہونگے لیکن وہ منظور نہ کریں گے جب تک کہ حکومت کو میرے اہلبیت میں سے ایک  
 شخص کے سپرد نہ کر دیں جو زمین کو ظلم کے سچائے عدل و انصاف سے ملو کر دیکھا  
 اس روایت کو حافظ ابن ماجہ نے اپنی کتاب سنن میں جو صحیح ستین  
 داخل ہے درج کیا ہے (سنن ابن ماجہ مطبوعہ مصر ج ۲ ص ۲۶۹) اور عسکریہ  
 ابو الحسن محمد بن عبدالمادی خفی سندی نے حاشیہ میں جو اس کتاب کے ساتھ  
 طبع ہوا ہے اس روایت کے ایک اور طریق کا پتہ دیا ہے جسے حاکم نے مستدرک

مین درج کر کے اُسکی صحت کا ثبوت دیا ہے اور اس روایت کو حافظ کنجی نے بھی اپنے طریق سے کتاب البیان میں درج کیا ہے (ص ۲۱)

(۱۸)

ابن مسعود کی روایت لا تذهب الدنيا حتى يملك العرب رجل من اهل بيتي يواطئ اسمه اسمي۔

”دنیا فنا نہیں ہو سکتی تا اینکه حکومت عرب کا مالک ایک شخص ہو میرے اہلبیت میں سے جس کا نام میرے نام کے موافق ہو گا۔“

حافظ کنجی لکھتے ہیں قال الحافظ ابو عیسیٰ هذا حديث حسن صحيح قال وفي الباب عن علي وابي سعيد وام سلمة وابي هريرة ترمذي نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس مضمون کی روایت علی اور ابو سعید خدری و ام سلمہ و ابو ہریرہ سے بھی مذکور ہے۔ (کتاب البیان ص ۹) ایک دوسرے طریق سے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے۔

هذا حديث حسن صحيح اخرجه ابو داود في سننه كتاب البیان و نور البصار شبلنجی ص ۱۵۸ علامہ ابن حجر نے اس روایت کو احمد و ابو داود و ترمذی سے نقل کیا ہے (صواعق محرقة ص ۲۸) حافظ سیوطی نے کتاب الصحاح و احسان میں اس روایت کو حسان کے ذیل میں درج کیا ہے۔

(۱۹)

ثوبان کی روایت ثم تطلع الرايات السود من قبل المشرق فيقتلونكم  
قتلا لم يقتله قوم ثم ذكر شيئا لا احفظه ثم قال رسول الله صلى الله عليه  
وسلم فاذا سمعتم نواياهم فبايعوه ولو جئوا على الثلج فانه خليفة الله المهدى  
”پھر سیاہ علم مشرق کی طرف سے ظاہر ہونگے اور اس طرح تم لوگوں کو  
قتل کرینگے کہ کسی نے قتل نہ کیا ہوگا پھر کچھ کہا جو راوی کا بیان ہے کہ مجھ کو  
یاد نہیں رہا اسکے بعد فرمایا کہ جب تم اُس کو دیکھنا تو اُسکی بیعت کرنا اس لئے  
کہ وہی خلیفہ خدا مہدی ہوگا“

حافظ کنجی لکھتے ہیں۔ ہذا حدیث حسن صحیح اخرجہ الحافظ ابن  
ماجہ القزوينی فی سننہ کما سقناہ

دوسری روایت میں درمیان فی فقرہ مذکور ہے کہ ثم یجئ خلیفۃ اللہ  
المہدی فاذا سمعتم بہ فاقوہ فانه خلیفۃ اللہ المہدی  
”پھر خلیفہ خدا مہدی آئینگے تو جب تم ایسی بات سناؤ کہ اُنکی پاس  
جانا کیونکہ وہ حقیقتہً خلیفہ خدا مہدی ہونگے“ (کتاب البیان ص ۱۹)

اسی حدیث سے ملتی جلتی حدیث نور الابصار شیعہ بلخی ص ۵۲ میں بھی درج  
ہے۔ حافظ ابن ماجہ والی حدیث سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۲۶۹ میں موجود  
علامہ سندی نے اس روایت کے متعلق لکھا ہے کہ اذکرہ السیوطی

وفی الزوائد هذا السناد صحيح بحاله ثقاة ورواه الحاكم في المستدرک  
وقال صحيح على شرط الشيخين۔ اس کو سیوطی نے بھی اس صورت پر درج کیا،  
اور زوائد میں لکھا ہے کہ یہ سند صحیح ہے اور اسکے راوی سب ثقہ ہیں اور اس  
روایت کو حاکم نے مستدرک میں بھی درج کیا ہے اور کہا کہ یہ امام بخاری و  
مسلم دونوں کے شرائط کے موافق صحیح ہے۔

(۲۰)

ابوسعید خدری کی روایت المہدی منی اجلی الجہۃ اقصی الاف  
یملاً الارض قسطاً وعدلاً کملاً۔ تاجراً وظلماء۔

"مہدی مجھ سے ہوگا۔ کشادہ پیشانی اور بلند بینی، وہ زمین کو ظلم و جور  
کے بجائے عدل و انصاف سے ملو کر دیگا۔"

حافظ کنجی کا بیان ہے ہذا احادیث ثابت حسن صحیح اخرجه الحافظ  
ابوداؤد السجستانی فی صحیحہ کما سقناہ ورواہ غیرہ من الحفاظ کالطبرانی  
وغیرہ (کتاب البیان ص ۳)

شبلنجی نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے قال الترمذی حدیث  
ثابت صحیح ورواہ الطبرانی فی معجمہ وغیرہ (نور الابصار ص ۱۵۸) حافظ  
سیوطی نے بھی کتاب الصالح و احسان میں اس روایت کو حسان کے ذیل  
میں درج کیا ہے۔

(۲۱)

حذیفہ کی روایت لو لم یبق من الدنیا الا یوم واحد لبعث اللہ  
 فیہ رجلا اسمہ اسمی وخلق خلقی لیکتبوا بعد اللہ یشیع لہ الناس بین  
 الرکن والمقام یرد اللہ بہ الدین ویفیع لہ فتوح فلا یبق علی ظہر الارض  
 الا من یقول لا الہ الا اللہ فقام سلمان فقال یا رسول اللہ من ای ولدک  
 ہو قال من ولد انبی هذا وضرب بیدہ علی الحسین۔

حضرت نے فرمایا اگر دنیا کی زندگی کا ایک دن سے زیادہ نہ باقی ہو  
 تب اسی ایک دن میں خدا ایک شخص کو مبعوث کرے گا جس کا نام میرزا م اور  
 اخلاق میرے اخلاق کے ایسے ہوں گے، اسکی کنیت ابو عبد اللہ ہوگی، لوگ  
 اسکی بیعت رکن و مقام کے درمیان میں کرینگے، خدا اسکے باعث سے دین  
 کو پکڑے گا اور بہت سے ملک فتح ہوں گے اور رے زمین پر کوئی نہ رہے گا  
 جو لا الہ الا اللہ نہ کہتا ہو، سلمان نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ وہ  
 آپ کے کس فرزند کی نسل سے ہوگا، حضرت نے فرمایا اس میرے بچے کی اولاد  
 میں سے اور اپنا ہاتھ امام حسین کے ہاتھ پر رکھا۔

حافظ کنجی نے اس روایت کے بعد لکھا ہے ہذا حدیث حسن روایت  
 عالیہ بحمد اللہ (کتاب البیان ص ۴)





(۲۲)

عبداللہ بن عمر کی روایت بخج المہدی علی راسہ غامہ فیہا مناد  
ینادی ہذا المہدی خلیفۃ اللہ فاتبعوہ

"مہدی ظاہر ہونگے اس صورت سے کہ گنگے سر پر ایک ابر ہر گاہ جس  
ہین سے ایک منادی بکارتا ہو گا یہ مہدی خلیفہ خدا ہیں انکا اتباع کرو۔  
حافظ کنجی لکھتے ہیں ہذا حدیث حسن ماروینہ الامن ہذا التو  
اخرہ ابو نعیم فی مناقب المہدی د کتاب البیان ص ۵۴)

(۲۳)

عبداللہ بن عمر کی دوسری روایت بخج المہدی علی راسہ ملک  
ینادی ان ہذا المہدی فاتبعوہ۔ "مہدی ظاہر ہونگے اس طرح کہ انکے  
سر پر ایک ملک ہو گا جو بکارتا ہو گا کہ یہ مہدی ہیں انکا اتباع کرو۔  
حافظ کنجی لکھتے ہیں۔ ہذا حدیث حسن روتہ الحفاظ والایمومین  
اہل الحدیث کا بی نعیم والطبرانی وغیرہا ص ۵۴)

(۲۴)

امیر المؤمنین حضرت علی کی روایت اذ انادی مناد من السماء الحق  
فی ال محمد فعند ذلک یظہر المہدی۔

"جب منادی آسمان سے ندا کرے کہ حق آل محمد میں ہے اسوقت مہدی کا

ظہور ہوگا۔“

سراہہ الحافظ الطبرانی فی المعجم واخرجه ابو نعیم فی مناقب  
المحدثی۔ (کتاب البیان ص ۴۶)

(۲۵)

حضرت علی کی روایت اذا قام قائم آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
جمع اللہ اهل المشرق واهل المغرب۔

”جب قائم آل محمد کا ظہور ہوگا تو خدا اہل مشرق و اہل مغرب کو  
(ایک روایت کے نیچے) جمع کر دیگا۔ (اخرجه ابن عساکر (صواعق محرقہ ص ۱۸)  
سابقہ روایات سے جو مستند کتب و جوامع حدیث میں مندرج ہیں یہ  
امریا یہ تحقیق کو پہنچ گیا کہ امام مہدی کا نام جناب رسالتا ب کے نام سے  
متحد ہوگا۔ انہیں صریح طور پر بتلایا گیا ہے کہ یواطی اسمہ اسمی وہ میرا  
جہنام ہوگا۔“

اس کے ساتھ بعض روایات میں یہ ضمیمہ پایا جاتا ہے کہ ”واسم ابیہ اسم  
ابی اسکے باپ کا نام میرے باپ کے نام کی طرح ہوگا۔ اور اس طرح امام مہدی کو  
محمد بن عبد اللہ ہونا چاہیے لیکن اصول، روایت و رجال پر جانچنے کے بعد  
یہ زیادتی بے حقیقت ثابت ہوتی ہے چنانچہ حافظ کنجی نے بہت کافی بحث  
کے ساتھ اس حقیقت کو روشن کر دیا ہے، وہ دیکھتے ہیں۔“

زاد زائدة في رواية لم يبق من الدنيا الا يوم بطول الله  
 ذلك اليوم حتى يبعث الله رجلاً مني ومن اهل بيتي يواطئ اسمه اسمي  
 واسم اميه اسم ابني يملأ الارض قسطاً وعدلاً كما ملئت جوراً وظلماً  
 قلت وقد ذكر الترمذی الحدیث ولم يذكر قوله واسم اميه اسم ابني  
 وذكره ابو داؤد في معظم روايات الحفاظ والثقات من نقله الاخبار  
 اسمها اسمي فقط والذي رواه واسم اميه اسم ابني فهو زائدة وهو يزيد  
 في الحديث-

"زائدہ نے اس روایت میں یہ فقرہ زیادہ کیا ہے کہ" اسکے باپ کا نام  
 میرے باپ کا سا ہوگا" لیکن حافظ ترمذی نے جو اس حدیث کو ذکر کیا ہے  
 اس میں اس فقرہ کا پتہ نہیں ہے اور ابو داؤد نے بھی اکثر حفاظ وثقات اخبار  
 کے جو روایات نقل کئے ہیں۔ اُمین بس اسمہ اسمی کا فقرہ ہے، اس دور  
 فقرہ کو جس نے نقل کیا ہے وہ زائد ہے اور اسکی عادت تھی کہ وہ احادیث  
 میں زیادتی کر دیا کرتا تھا۔"

پھر روایت کے معنی میں تاویل کے طور پر کچھ توجیہات ذکر کرنے کے بعد لکھا ہو  
 و هذا كله تكلف في تاويل هذه الرواية والقول الفصل في ذلك ان الامام  
 احمد مع ضبطه واتقانه يروي هذا الحديث في مسنده في عدة مواضع و  
 اسمها اسمي اخبرنا بذلك العلامة حجة العرب شيخنا الشيخ ابو محمد عبد الغني

بن محمد بن عبد المحسن الانصاري قال اخبرنا ابو محمد عبد الله بن  
 احمد بن ابى محمد الحارثي اخبرنا ابو القاسم بن الحسين اخبرنا ابن المذا<sup>هب</sup>  
 اخبرنا ابن حمد ان حدثنا عبد الله بن احمد بن حنبل حدثنا يحيى بن  
 سعيد حدثنا سفيان عن عاصم عن زر عن عبد الله عن النبي صلى الله  
 عليه وسلم لا تذهب الدنيا ولا تنقص الدنيا حتى يملك العرب رجل  
 من اهل بيتي يواطئ اسمه اسمي وجمع الحافظ ابو نعيم طرق هذا الحديث  
 عن الجهم الغفيري مناقب المهدي كلهم عن عاصم بن ابى الجود عن زر<sup>عن</sup>  
 عبد الله عن النبي فمنهم سفيان بن عيينه كما اخرجناه وطرقه عن  
 سفيان بطرق شتى ومنهم قطر بن خليفة وطرقه عنه بطرق شتى ومنهم  
 الاعمش وطرقه عنه بطرق شتى ومنهم ابو اسحق سليمان بن فيروز التميمي  
 وطرقه عنه بطرق شتى ومنهم حفص بن عمر ومنهم سفيان الثوري وطرقه  
 عنه بطرق شتى ومنهم شعبة وطرقه عنه بطرق شتى ومنهم واسط بن  
 الحوث ومنهم يزيد بن معاوية البوشيبية له فيه طريقان ومنهم سليمان  
 قرم وطرقه عنه بطرق شتى ومنهم جعفر الاحمر وقيس بن الربيع وسليمان  
 بن قرم واسباط جمعهم في سند واحد ومنهم سلام ابو المنذر ومنهم ابو  
 شهاب محمد بن ابراهيم الكوفي وطرقه عنه بطرق شتى ومنهم عمر بن عبيد  
 الظن افي وطرقه عنه بطرق شتى ومنهم عثمان بن شبرمة وطرقه عنه بطرق

شقی و ذکر سند او قال فیہ حدثننا ابوہسان حدثننا قیس و لم  
 ینسبہ و منهم عمر و بن قیس الملائی و منهم حماد بن ندریق و منهم عبد اللہ  
 بن حکیم بن جبیر الاسدی و منهم عمیر بن عبد اللہ بن بشر و منهم  
 ابو الاحوص و منهم سعد بن الحسن بن اخت ثعلبہ و منهم معاذ بن  
 ہشام قال حدثنی ابی عن عاصم و منهم یوسف بن یونس و منهم غالب  
 بن عثمان و منهم حنظلہ الزیات و منهم شیبان و منهم الحكم بن ہشام  
 و رواہ غیر عاصم عن زید و هو عمر و بن برة عن زید کل هؤلاء رووا  
 اسمہ اسمی الامکان عن عبید اللہ بن موسیٰ عن زائدہ عن عاصم فانہ  
 قال فاسم ابیہ اسم ابی و لا یرتاب اللبیب ان ہذا الزیادۃ لا اعتبارا  
 بہا مع اجتماع هؤلاء الائمة علی خلافہا۔

"واقعہ یہ ہو کہ یہ تاویلات تکلف سے خالی نہیں ہیں اور فیصلہ کن  
 بات تو یہ ہے کہ امام احمد نے باوجود کمال ضبط و اتقان کے اس حدیث کو  
 اپنے مستدریجین میں نہ جگہ نقل کیا ہو اور اس میں اتنا ہی ہے کہ واسمہ اسمی  
 و میرا ہمام ہو گا۔"

اور اس کی روایت ہمیں اپنے اسناد خاص سے بھی حاصل ہے جسکی  
 فضیلت یہ ہیں کہ لاتذہب الدنیا یا لاتنقضہ الدنیا حتی یملک العرب  
 رجل من اہل بیتی یواطئ اسمہ اسمی اور حافظ ابوالغیم نے اپنی کتاب

مناقب لہدی میں اس حدیث کے طرق کو ایک جم غفیر اور کثیر تعداد میں مشائخ  
 و اصحاب حدیث سے جمع کیا ہے جنکی متفقہ طور پر انتہا عاصم بن ابی النخود  
 اور انکے بعد زرارہ اور پھر عبداللہ بن مسعود اور انکے واسطہ سے جناب  
 رسالت آج پر ہے ان مشائخ کی فہرست یہ ہے۔

سفیان بن عیینہ۔ قطر بن خلیفہ۔ عیش۔ ابواسحق سلیمان بن فیروز  
 شیبانی یحییٰ بن عمر سفیان ثوری۔ شعبہ۔ واسطہ بن حرث۔ ابوشیبہ  
 یزید بن معاویہ سلیمان قرم۔ جعفر احمر قیس بن ربیع۔ اسباط سلامہ  
 ابوشہاب محمد بن ابراہیم کنانی۔ عمر بن عبیدہ طنافسی۔ ابوبکر ابن عیاش عثمان  
 بن شبرہ۔ قیس۔ عمر بن قیس ملائی۔ عمار بن زریق۔ عبداللہ بن حکیم بن جبر  
 اسدی۔ عمیر بن عبداللہ بن بشر ابوالاحص۔ سعد بن حسن بن اخت ثعلبہ۔  
 معاویہ بن ہشام۔ یوسف بن یونس۔ غالب بن عثمان۔ حمزہ الزیات شیبان  
 حکم بن ہشام۔

ان سب نے یہ روایت اسی طرح نقل کی ہے کہ اسمی اسمی۔ بس ایک  
 طریق جو عبداللہ بن موسیٰ اور پھر زائد اور انکے واسطہ سے عاصم بن شریکل  
 ہے اس میں یہ ہے کہ واسم ابیہ اسم ابی اور کسی عاقل شخص کو اس میں شبہ  
 نہیں ہو سکتا کہ اس زیادتی کا کوئی اعتبار نہیں ہے جبکہ اتنے بڑے بڑے  
 ائمہ حدیث اسکے خلاف متفق ہیں۔

درحقیقت چونکہ خلفائے بنی عباس کے بعض خوشامدی ہونگے اور انہوں نے بہت سے احادیث کو جنہیں ہمدی کا وصف آیا ہے منصور دوانیقی کے بیٹے ہمدی عباسی پر منطبق کرنا چاہا تھا۔ اور وہ اُن احادیث کی موافقت نہ کر سکے عدل و انصاف اور امن و امان کو سلہتے تھے تو اس غرض کو پوری طرح حاصل کرنے کے لئے روایت کے اندر اضافہ کی ضرورت محسوس کی گئی اور واسم ابید اسم ابی کافقرہ بڑھا کر روایت کو بالکل منطبق بنایا گیا۔ کیونکہ ہمدی عباسی کا نام محمد بن عبد اللہ المنصور ہے لیکن تفحص تحقیقی کے جھونکے اس قسم کی کارروائیوں کو ناہنگبوت کی طرح پر آگندہ کر دینے کے ذمہ دار ہیں۔

## عیسیٰ بن مریم اور ہمدی موعود

مذکورہ بالا احادیث متفقہ طور سے اس امر کو بتلا رہے ہیں کہ ہمدی آخر الزمان نبی اعتبار سے جناب رسالت کی عزت و اہلیت میں سے ہے اور اس طرح یقیناً فاطمی النسل ہونگے اور اسی سے ظاہر ہے کہ عیسیٰ بن مریم جن کے زمین پر اترنے کی پیشین گوئی بھی متواتر احادیث میں موجود ہے وہ ہمدی موعود کے علاوہ ہیں اور ان دونوں میں کوئی تعلق نہیں ہے۔  
اس کے ساتھ جب اُن احادیث پر نظر کی جاتی ہے کہ جنہیں عیسیٰ بن مریم کا

امام ہدیؑ کیچھ نادر پڑھنا ذکر ہے تو یہ حقیقت اور بھی زیادہ صاف درشن ہو جاتی ہے۔

چنانچہ دو حدیثیں اس مضمون کی سابقہ فہرست میں درج ہو چکی ہیں۔

(۱) مثلاً الذی یصلیٰ عیسیٰ بن مریم خلفہ (۲) منامہدی لامتہ

الذی یصلیٰ عیسیٰ خلفہ۔ اسکے علاوہ۔

نافع مولیٰ ابی قتادۃ الانصاری ان اباہریرۃ قال  
**تیسری حدیث** قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف انتم اذا

نزل بن مریم فیکموا ما مکم منکم۔

"ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کیا صورت حال ہوگی تمہاری

اسوقت جب عیسیٰ بن مریم اترینگے اور بیشوا تمہارا اسوقت تمہیں میں سے ہوگا

حافظ کنجی لکھتے ہیں۔ ہذا حدیث حسن متفق علی حدیث من حدیث

محمد بن شہاب الزہری رواہ البخاری و مسلم فی صحیحہما کما اخرجناہ

"اس حدیث کی صحت پر اجماع ہے اور اسکو بخاری و مسلم دونوں نے

اپنی صحیحوں میں درج کیا ہے (کتاب البیان ص ۲)

جابر بن عبد اللہ کی روایت لا تزال طائفۃ من امتی یقاتلون  
**چوتھی حدیث** علی الحق ظاہرین الی یوم القیامۃ قال فی نزول عیسیٰ بن مریم

فیقول امیرہم تعالیٰ صلی بنا فیقول لا ان بعضکم علی بعض امراء تکرمتہ اللہ



هذه الامة

”میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ قیامت تک حق پر قائم رہے گی اور اس سلسلہ میں جہاد کرتی ہوگی۔ عیسیٰ بن مریم آسمان سے اترینگے تو اُس وقت مسلمانوں کا حاکم و پیشوا اُن سے کہہ گا کہ آئیے آپ ہم کو نماز پڑھائیے، وہ کہینگے کہ نہیں، یہ اس امت کا اعزاز ہے خدا کی جانب سے کہ اس امت کا امام پیشوا اسی امت میں سے ہو سکتا ہے۔ غیر نہیں ہو سکتا۔“

حافظ کنجی نے کہا ہے ہذا حدیث حسن صحیح اخراجہ مسلمہ فی صحیحہ کما سقناہ۔ (کتاب البیان ص ۲۵)

ان دونوں حدیثوں میں اگرچہ امام کا نام نہیں لیا گیا ہے لیکن یہ صاف ظاہر ہے کہ عیسیٰ بن مریم ہمدی نہیں ہیں کہ جو اسی امت کی فردا اور اولاد حضرت رسولؐ میں سے ہونگے اور نیز یہ کہ عیسیٰ اس امت کے پیشوا و امام بنکر نہیں آئینگے لہذا وہ ہمدی نہیں ہو سکتے کہ جنہیں اس امت کی امامت و پیشوائی کا درجہ حاصل ہے۔

علامہ ابن حجر نے اس روایت کو جس طرح نقل کیا ہے اُس میں نام بھی موجود ہے وہ لکھتے ہیں صحیح مرفوعاً یُنزل عیسیٰ بن مریم فبقول امیرہم المہدی تعالیٰ تعالیٰ بنا فیقول لا انا بعضکم ائمة علی بعض تکرمة اللہ لہذا الامة (صواعق محرقة ص ۱۸)

اور بالکل اسی کے مطابق اسعاف الرغبین علامہ صبان مین بھی موجود ہے  
(حاشیہ نور الابصار ص ۱۳۶)

حافظ کنجی نے بھی کتاب البیان ص ۱۸۱ میں اس حدیث کو درج کیا ہے  
اور لکھا ہے ہذا حدیث حسن رواہ الحوث بن ابی اسامة فی مسندہ  
ورواہ المحافظ ابو نعیم فی مناقب المہدی علیہ السلام و ستغناء عالیہ  
حذیفہ کی روایت فیہ تفتت المہدی وقد نزل عیسیٰ  
**پانچویں حدیث** بن مریم کا نما یقطر من شعرہ الماء فیقول المہدی  
تقدم صل بالناس فیقول عیسیٰ انما اقیمت الصلوۃ لا فیصلی عیسیٰ خلف  
رجل من ولدی فاذا سللت قام عیسیٰ حتی جلس فی المقام فیبا بعد حضرت  
رسول فرماتے ہیں کہ عیسیٰ بن مریم کے نزول کے موقع پر مہدیؑ کی طرف متوجہ  
ہونگے اور کہیں گے کہ بڑھے لوگوں کو نماز پڑھائیے، عیسیٰ جواب دیں گے کہ نہیں  
یہ نماز تو آپ سے مخصوص ہے، آخر عیسیٰ میرے فرزند کے پیچھے نماز پڑھیں گے نماز  
کے بعد عیسیٰ مقام ابراہیم میں آئیں گے اور وہاں مہدی سے بیعت کریں گے  
اس روایت کی حافظ ابو نعیم نے مناقب المہدی میں تخریج کی ہے۔  
(کتاب البیان ص ۲۹۱)

علامہ ابن حجر نے بھی اس حدیث کو طبرانی کے حوالہ سے نقل کیا ہے اور لکھا  
ہے وفی صحیح ابن حبان فی امامۃ المہدی بخود اسکے مثل روایت صحیح

ابن جان مین باب امامت ہمدی مین موجود ہے " (صواعق محرقة ص ۱۱)  
اور اسی کے موافق اسحاق الرخمین (حاشیہ ص ۱۳۶) مین بھی مذکور ہے۔

ان احادیث کا تو اتر | علامہ ابن حجر لکھتے ہیں۔

اور اجماع امت | قد تواترت الاخبار واستفاضت بکثرة روا

عن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بخروجہ وانہ من اہل بیتہ وانہ یملاک  
سبع سنین وانہ یملا الارض عدلا وانہ یخرج مع عیسیٰ علی نبینا وعلیہ  
افضل لصاۃ والسلام فیساعدہ علی قتل الدجال بباب لد بارض  
فلسطين وانہ یومہ ذہ الامۃ ویصلی عیسیٰ خلفہ

"یہ احادیث جناب رسالتاؐ سے رواۃ کی کثرت کے باعث حد تواتر و  
استفاضہ پر پہنچ گئے ہیں کہ امام ہمدی ظہور کرینگے اور وہ حضرت کی نسل سے  
ہونگے اور وہ زمین کو عدل و انصاف سے ملو کر دینگے اور وہ عیسیٰ کی بعیت  
میں جہاد کے لئے نکلیں گے اور دجال کے قتل میں باب لد پر جو ملک فلسطین میں  
ہے عیسیٰ کی مدد کرینگے اور وہ اس امت کی امامت کو انجام دینگے اور عیسیٰ  
انکے پیچھے نماز پڑھیں گے" (صواعق محرقة ص ۱۲)

علامہ صبان نے بعینہ اسی عبارت کو تائیدی حیثیت سے نقل کیا ہے۔  
(اسحاق الرخمین حاشیہ ص ۱۴۱)

علامہ بلخی نے لکھا ہے۔

تواتر الاخبار عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اند من اہل بیت  
واندیملاً الارض عدلا وتواتر الاخبار علی اندیعاون عیسیٰ علی قتل  
الدجال باب لد بارض فلسطین الشام۔

"احادیث اس امر کے تعلق جناب رسالتؐ سے متواتر ہیں کہ مہدی حضرت  
کے اہلبیت میں سے ہیں اور وہ زمین کو عدل و انصاف سے ملو کر دینگے نیز یہ  
امر بھی متواتر ہے کہ وہ عیسیٰ کی مدد کرینگے و حال کے قتل میں جو باب لد پر ملک  
فلسطین میں واقع ہوگا نور الابصار ص ۱۵۵  
اور حاکم کبھی نے لکھا ہے۔

هذه الاخبار ما ثبت طرقها وصحتها عند اهل السنة وكذلك  
ترويحها الشيعة على السواء فهذا هو الاجماع من كافة اهل الاسلام اذ  
من عد الشيعة والسنة من الفرق فقول ساقط مردود وحشوم طرح  
فثبت ان هذا اجماع كافة اهل الاسلام۔

"یہ احادیث ایسے ہیں جنکے طرق اور انکی صحت اہل سنت کے نزدیک  
ثابت ہو گئی ہو اور اسی طرح انکو شیعہ بھی متفقہ طور پر روایت کرتے ہیں، اس طرح تمام  
مسلمانوں کا اجماع ثابت ہوا اسلئے کہ شیعہ اور اہل سنت کے علاوہ دوسرے فرقہ  
جو ہیں انکا قول درجہ اعتبار سے ساقط اور بالکل بے وقت ہے معلوم ہوا کہ  
اس مسئلہ پر تمام اہل اسلام کا اجماع ہے۔ کتاب البیان ص ۲۹

نہیں ہیں لہذا پیشین گوئی غیر منطبق، اسکے لئے اُغنون نے سارا پیر عیسیٰ بن مریم اپنا نام رکھ لیا کہ یہ سوال ہی پیدا نہ ہونے پائے لیکن وہ لوگ جو سخن قسمی کا ملکہ رکھتے اور بات کرنے کا انداز جانتے ہیں۔ اُنھیں معلوم ہو کر عیسیٰ بن مریم کی لفظین اُس مہتی کے آنے کی پیشین گوئی ہے جس کا نام عیسیٰ اور جس کی مان مریم تھی نہ وہ کہ جس کا نام خواہ مخواہ عیسیٰ بن مریم رکھ دیا گیا ہو۔

درحقیقت عیسیٰ بن مریم کی لفظین اُس مخصوص شخص کا پتہ دیتی ہیں جو نبی اسرائیل میں پیغمبر کی حیثیت سے مبعوث ہو چکا ہے اسلئے کہ کوئی دوسرا شخص اگرچہ عیسیٰ اور اُسکی مان کا نام مریم ہو لیکن اُس کا انتساب اپنے باپ کی طرف ہوگا اور یہ بات عیسیٰ اسرائیلی ہی کے ساتھ مخصوص تھی کہ وہ بغیر باپ کے صرف مان سے پیدا ہوئے اسلئے انتساب اُنکا اپنی مان کی جانب تھا اور وہ عیسیٰ بن مریم کہلاتے تھے، درحقیقت عیسیٰ بن مریم کے آنے کی پیشین گوئی اُس شخص خاص کے متعلق نام و نسب کی خصوصیت کے ساتھ تعیناتی طور پر ہے نہ یہ کہ کلی حیثیت سے کہ ایک عیسیٰ بن مریم آئیگا تاکہ جو شخص اپنا نام عیسیٰ بن مریم رکھ لے یا اتفاق سے اُس کا نام عیسیٰ اور اُسکی مان کا نام مریم ہو وہ اُسکے تحت میں داخل ہو جاوے عیسیٰ بن مریم نام ہو چکے کے بعد بھی خود مرنا صاحب سمجھے کہ مسیح موعود میں ہوں یا نہ ہوں اگرچہ کسرتی تھی وہ تیسرا امام سے پوری ہوئی جمہور کی کو مسیح موعود کا لقب کیا گیا چنانچہ وہ حاتمہ الشیرین فرماتے ہیں کہ تین نے دین برک عرصہ ہوا اپنی کتاب برہین تصنیف کی اور میں نے جو بعض اہل

جو اس وقت تک ہو چکے تھے درج کے جن میں سے یہ تھا کہ یا عیسیٰ انی متوفیک  
 الخ اس میں خدا نے میرا نام عیسیٰ رکھا پھر دوسرے الہام میں مجھ سے خطاب  
 کر کے کہا ہے انی خلقتک من جوهر عیسیٰ واذک وعیسیٰ من جوهر واحد  
 میں نے تم کو عیسیٰ کے جوہر سے خلق کیا ہے اور تم اور عیسیٰ ایک جوہر سے ہو۔ ایک  
 الہام میں تمام علماء کو جو میرے خلاف ہیں یہود و نصاریٰ سے تفسیر کیا ہے۔  
 اسکے بعد دس برس تک مجھ پر ایسے الہامات نہیں ہوئے اور مجھ کو یہ  
 خبر نہ تھی کہ اب اتنی طویل مدت کے بعد میں مامور ہونگا اور میرا نام مسیح موعود  
 رکھا جائیگا بلکہ میرا خیال تھا کہ مسیح آسمان سے آئندہ نازل ہونگے جیسا کہ  
 عام مسلمانوں کا خیال ہے لیکن میں اپنے دل میں کہتا تھا کہ آخر خدا نے پردے  
 الہامات میں میرا نام عیسیٰ بن مریم کیوں رکھا ہے اور کیوں نہ کہا ہے  
 کہ تم اور عیسیٰ ایک جوہر سے ہو اور کیوں میرے مخالفین کو یہود و نصاریٰ  
 قرار دیا ہے، لیکن ان تمام الہامات کے معنی اب دس برس کے بعد مجھ پر کھلے  
 (یعنی جب میرا نام مسیح موعود قرار دے لیا گیا) (ص ۱۲)

"حافظ نباشد" کے مطابق یہ تناقض بھی دیکھنے کے قابل ہے کہ سابقہ  
 عبارت میں صاف موجود ہے کہ عیسیٰ بن مریم نام رکھے جانے والے الہام کے  
 بعد راز پوشیدہ ظاہر ہو گیا اور معلوم ہو گیا کہ عیسیٰ بن مریم ہی ہوں اور اب کوئی  
 عیسیٰ آنے والے نہیں اور اس عبارت میں صاف یہ لکھا ہے کہ اس الہام کے

بعد بھی میں سمجھتا رہا کہ میں عیسیٰ مسیح نہیں ہوں اور وہ پھر آنے والے ہیں  
لیکن دس برس کے بعد یہ راز منکشف ہوا۔

اب ذرا ان پیشین گوئیوں پر ایک نظر ڈالو جو مسیح موعود کے متعلق ہیں  
اور جن میں اُنکا نام پڑھنا امام مہدی کے پیچھے مذکور ہے اور اُنکا کہنا کہ یہ حق اس  
امت کا ہے کہ اُسکے بعض افراد بعض کے امام و پیشوا بنیں تو یہ امر صاف طور  
سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ بن مریم یا مسیح موعود امت محمدیہ میں سے کسی شخص کا  
نام نہیں ہے بلکہ وہ وہی عیسیٰ بن مریم اور مسیح ہیں جن کا دور نبوت رسالت  
محمدیہ کے ظہور سے ختم ہوا تھا۔

ان تمام احادیث کے خلاف اُنکا یہ دعویٰ بھی کہ مہدی عیسیٰ دو شخص  
نہیں بلکہ ایک ہی ہیں بالکل یاد رہا ہے اُنھوں نے مسلمانوں کے متفقہ  
عقیدہ کا مذاق اُڑاتے ہوئے حماۃ البشریٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھا ہے۔

العجب الآخر انھم یذہبون المہدی مع انھم یقرؤون فی صحیح ابن  
ماجہ و المستدرک حدیث لا محمد بن ابراہیم و یعلیٰ و یعلیٰ و یعلیٰ ان الیٰ  
قد توکا ذکرہ لضعف احادیث سمعت فی امرہ و یعلیٰ ان احادیث  
ظہور المہدی کلمہ ضعیفہ مجروحہ بل بعضها موضوعہ ما ثبت منها  
شیء ثم یسرون علی حدیثہ کا انھم لیسوا بالملین۔

”تعب بالائسے تعجب یہ ہے کہ یہ لوگ مہدی کے منظر میں حالانکہ صحیح

ابن ماجہ اور مستدرک میں اس حدیث کو دیکھتے ہیں کہ مہدی سوائے عیسیٰ کے کوئی نہیں ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ صحیحین نے مہدی کا ذکر اسی بنا پر چھوڑا ہے کہ اس بارے میں جتنے احادیث ہیں وہ ضعیف اسناد اور یہ بھی جانتے ہیں کہ ظہور مہدی کے جتنے احادیث ہیں سب ضعیف اور محروح بلکہ بعض انہیں سے موضوع ہیں اور کوئی انہیں سے ثابت نہیں ہے پھر لوگ مہدی کے آنے پر اصرار رکھتے ہیں گویا یہ کچھ جانتے ہی نہیں :

حالانکہ جو شخص ظہور حضرت مہدی کے متعلقہ احادیث پر نظر کرے جسکی طویل فہرست سابقہ میں درج ہو چکی ہے تو معلوم ہو گا کہ ان احادیث میں اکثر صحیح حسن ہیں جنکا اعتبار پایہ ثبوت کو بہرہ نیا ہوا ہے اور پھر جبکہ تعداد انکی اتنی ہے کہ جو حدیث تو اتر کر ہو چکی ہے جسکے بعد تحقیق سند کا سوال ہی باقی نہیں رہتا۔

رہ گئی یہ حدیث جس پر ایک پورا اعتماد معلوم ہوتا ہے کہ لا مہدی الا عیسیٰ وہ بجائے خود پایہ اعتبار سے ساقط ہے چنانچہ علامہ ابن حجر لکھتے ہیں۔

قال الحاكم اوردته تعجبالا معتمدا به وقال البيهقي تفرد به محمد بن خالد وقد قال الحاكم انه مجهول واختلف عنه في اسناده وصرح النسائي بانه منكر وجزم غيره من الحفاظ بان الاحاديث التي قبله اي الناصية على ان المهدى من ولد فاطمة الصم اسنادا۔

”جاہل نے جو اس روایت کو ترجیح کرنے والے میں خود لکھا ہے کہ میں نے



اسے تعجب کے طور پر نقل کیا ہے نہ اس خیال سے کہ وہ حجت اور قابل عمل ہے اور یہی نے کہا ہے کہ اس روایت کے نقل میں محمد بن خالد متفرد ہے اور اس کے متعلق حاکم نے کہا ہے کہ وہ مجهول ہے اور اس سے اسناد میں بھی تضاد ہو ہے اور نسائی نے کہا ہے کہ وہ منکر اور ناقابل عمل ہے اور دیگر حفاظ حدیث نے یقینی طور سے کہا ہے کہ وہ احادیث جنہیں صراحت ہے کہ ہمدی اولاد فاطمہ میں سے ہوگا زیادہ صحیح السند ہیں " (صواعق محرقہ ص ۱۸) علامہ ابن صبان نے لکھا ہے ۔

اما حدیث انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یزید الا امر  
الاشدۃ ولا الدنیا الا اذ بارا ولا الناس الا شقا ولا تقوم  
الساعة الا علی شوار الناس ولا محمدی الا عیسی بن مریم  
فتکلم فیہ

"یہ روایت کہ سوائے عیسیٰ کے کوئی ہمدی نہیں ہے محل کلام ہے۔  
حافظ کبھی لکھتے ہیں۔

مداد الحدیث لا محمدی الا عیسی بن مریم علی محمد بن خالد  
الہمدی مؤذن الہند تقریبہ عن ابان بن صالح عن الحسن قال  
الشافعی المطلبی کان فیہ تساہل فی الحدیث قلت قد تواترت  
الاجار واستفاضت بکثرة رواہا عن المصطفیٰ صلی اللہ

علیہ وسلم فی امر المہدی وانہ یملک سبع سنین ویملا الارض  
عدلا وان یخرج مع عیسیٰ بن مریم یساعد فی قتل الدجال بیاب  
لدارض فلسطین وانہ یوم یجذہ الامۃ ویصلیٰ عیسیٰ خلفہ فی  
طول من قصۃ وامرہ وقد ذکر الشافعی فی کتاب الرسالة وکتابہ  
اصل نوویہ ولكن یطول ذکر سندۃ قال اتفقوا علی ان الحدیث  
لا یقبل اذا کان الراوی معروفا بالتساهل فی روایتہ

یہ حدیث کہ لامہدی الاحمسی اس کا دارو مدار محمد بن خالد  
ہندی پر ہے جو اس کی روایت میں متفرد ہے ابان بن صالح سے اور وہ  
حسن سے شافعی مطلبی نے کہا ہے کہ یہ شخص نقل حدیث میں سہل انکاری  
اور بے پرواہی رکھتا تھا، احادیث جناب رسالت مآب سے ہدی کے متعلق  
حد تو ترک ہو چکے ہیں اور یہ کہ وہ سات برس سلطنت کرینگے اور زمین کو عدل  
وانصاف سے ملو کر دینگے اور عیسیٰ بن مریم کے ساتھ ظاہر ہو کر دجال کے  
قتل میں انکی مدد کرینگے۔ اور ناز پڑھائیگے اور عیسیٰ انکے پیچھے ناز پڑھائیگے،  
شافعی نے اپنے رسالہ میں جو مسند ہے اور ہم تک بند متصل ہو چکا ہے جسکے  
ذکر کا موقع نہیں کہا ہے کہ یہ اترفق علیہ ہے کہ حدیث اسوقت قبول نہیں  
ہو سکتی جب اسکا راوی قابل اور بے پرواہی میں مشہور و معروف ہو  
(کتاب البیان ص ۴۱)

اسکے بعد حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ حقیقت سے کوسون روز نظر آتا ہے

**باب پہاؤ کے دعاوی** | ایران میں بانی بھائی تحریک ہندوستان  
کی قادیانی تحریک کی تقریباً ہمس یا اُسکی

بڑی بہن ہے۔

علی محمد شیرازی ملقب بباب اور مرزا حسین علی مازندرانی ملقب بہاؤ اللہ  
کے دعاوی اگرچہ باختلاف زمانہ نئی نئی صورتیں اختیار کرتے رہے ہیں اور  
ڈارون کے فلسفہ نشور ارتقاء کے مطابق اُن میں تدریجی اضافہ ہو لکے ہیں  
لیکن تمام مدایج ترقی کالب لباب جو موجودہ بھائی فرقہ کا نقطہ نظر قرار پاتا ہے  
وہ یہ ہے کہ لفظ اولیٰ یعنی حضرت سید علی محمد باب شیرازی ہمدی موعود اور  
قائم منظر ہیں اور انہی کے ظہور سے تمام وہ پیشین گوئیاں پوری ہو گئیں جو امام  
ہمدی کے ظہور کے متعلق تھیں اور ان کا ظہور پیش خمیہ تھا ایک دوسرے ظہور کا  
کہ جو ظہور اعظم ہے اور وہ اسی ظہور کی بشارت دینے کے لئے مبعوث ہوئے  
تھے اور اسی بنا پر اُن کو مبشر کہا جاتا ہے اور یہ ظہور اعظم حضرت جمال قدم  
بہار الدین جنکے اندر مالک الملک والملکوت یعنی خدائے تعالیٰ نے دنیا کو ان ظہور  
سے سمور فرمایا ہے، ان کے ظہور سے وہ پیشین گوئیاں پوری ہوئی ہیں جو سالنامہ سے  
سے مذکور ہیں کہ تم اپنے خدا کو اس طرح دیکھو گے جیسے چودھویں رات کا چاند یا جو  
کتب سابقہ میں ہے کہ رب الافواج اپنے جلال و جبروت کے ساتھ ظاہر ہو گا یا جو

قرآن مجید میں ہو کہ جاء ربك يا ايها الذين آمنوا فذكروا نعمت الله عليكم وغيروا غيرہ وغیرہ اور انہی کا ظہور قیامت ہو کہ جب کا ذکر برابر قرآن و احادیث میں ہوتا رہا ہو اور انہی کے ظہور سے شریعت اسلامیہ منسوخ اور دوسری امت و شریعت کا دور دورہ ہو گیا ہو اور انہی کا ظہور ظہور مسیح ہو لیکن وہ باپ کے جلال میں ہو نہ یہ کہ وہی مسیح جو دنیا سے اٹھ گیا تھا پھر آگیا کہ جو عقل و عقل کے خلاف ہے

ذکورہ بالا احکام اگرچہ بھائی جماعت میں مسلم خفیت رکھتے ہیں لیکن واقف اشخاص اطمینان کے لئے سلسلہ وار ذیل کے عبارات ملاحظہ فرمائیں جو نمونہ و طور پر حضرات اہل بہار کے کتب سے درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) ہمدی موعود اور قائم منظر علی محمد باب ہیں۔

ملاحظہ ہوا رد ترجمہ لوح ابن ذئب از کتب مقدسہ حضرت بہار اللہ مطہر جمہ برقی پریس دہلی منشورہ ادارہ نوکب ہند دہلی ص ۱۲

اے شیخ گروہ شیعہ پر غور کر کہ انھوں نے ظنون و ادہام کے ہاتھوں کس قدر عمارتیں اور کتنے شہر بنا ڈالے بالآخر وہ ادہام گولی کی شکل میں تبدیل ہوئے اور سید عالم پر جا پڑے اور اس جماعت کے سرداروں میں سے ایک بھی یوم ظہور میں ایمان نہ لایا، اہم مبارک کے ذکر پر سب لوگ عجل اللہ فرجہ کہتے ہیں کہ خدا کرے حضرت امام ہمدی کا ظہور جلد ہو، لیکن اس خورشید حقیقت کے ظہور کے وقت دیکھا گیا کہ سب عجل اللہ فی نعمتہ کہنے لگے کہ خدا اسے جلدی تباہ کرے، ان لوگوں نے سانچ

وجود اور مالک غیب و شہود کو سولی پر لٹکایا اور وہ جل گیا جس سے لوحِ روہی  
قلمِ نوحہ گر ہوا، مخلصوں کی آہیں اٹھیں اور قمرین کے آنسو بہنے لگے۔  
ص ۱۱۱ فرقہ شیعہ کو دیکھ ایک ہزار دو سو سال تک "یا قائم" پکارتے رہے اور  
آخر کار سب نے اسکی شہادت پر فتویٰ دیا اور اُسے شہید کر یا حالاکھجی جل جلالہ اور حضرت  
خاتم اور اوصیائے قائل اور ماننے والے تھے۔

رسالہ دور بھائی منشورہ ادارہ کوکب ہند دہلی ص ۲  
"آپ کے" باب "ہونے کے دعویٰ نے جس دشمنی کو بھڑکایا تھا اُسے آپ کے  
اس دعوے نے کہ آپ ہی وہ امام ہدیٰ ہیں جس کی حضرت محمد نے پیشگوئی کی  
کی تھی دو گنا کر دیا۔"

(۲) علی محمد باب صرف ایک بشر کی حیثیت رکھتے تھے جو اپنے بعد والے ظہور  
کی پیشین گوئی کریں۔ ملاحظہ ہو رسالہ دور بھائی ص ۲

"آپ کی تمام کتابوں کا جبرہہ اور لب لباب اُس ظہور کی توفیق و تجید تھی جو بہت  
جلد ظاہر ہونے والا تھا جو آپ کا واحد و عام مقصد محبوب اور مطاع تھا کیونکہ آپ  
اپنے ظہور کو صرف ایک بشر کا ظہور سمجھتے تھے اور اپنی اصلی فطرت کر آنے والے کے  
عظیم الشان کمالات کا وسیلہ جانتے تھے۔"

ص ۲۲۰ "یہ خاصیت مذکورہ کی طرح حضرت باب ہمیشہ اس بات پر زور دیتے رہے کہ  
وہ ایک ایسی ہستی کے پیشرو یا بشر ہیں جو ان سے بڑا ہی اور جو بہت جلد ان کے بعد آئیگا۔"

آپ نے آفتاب حقیقت کے ایک عظیم الشان ظہور کی بشارت دی کہ وہ بہت جلد انسانیت  
صورت میں جاہ و جلال کے ساتھ انسانوں میں ظاہر ہوگا۔

(۳) بہارِ ابد کا ظہور ظہورِ خداوندِ عالم اور وہی روز قیامت ہے۔

بھائی ارگن "کوکب ہند" دہلی ج ۸، فربر ۲ و ۳ رجون و جولائی ۱۹۳۳ء زیر

عنوان "حضرت بہارِ ابد کا دعویٰ"

"قیامت کبریٰ میں ظاہر ہونے والا ظہورِ الفاظِ اہل کتاب ظہورِ خداوندی  
ہے نہ کہ کسی نبی اور رسول کا ظہور اور انہی الفاظ میں حضرت بہارِ ابد کا ادعا موجود  
ہے۔ آپ ہی ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں کہ کیا آپ قیامت کے دن کسی نبی یا رسول  
کے ظہور کے منتظر ہیں؛ اگر نہیں جیسا کہ یقیناً نہیں تو کیوں ایسے ظہور کو جو قیامت کبریٰ  
میں ٹھیک اپنے وقت پر ظہور فرماہو نبی و رسول بنانے کی فکر میں ہیں جبکہ نہ اُسے  
نبی یا رسول کے خطاب سے کبھی مخاطب کیا گیا اور نہ اُس نے بھی کبھی ادعا ربیت  
و رسالت کیا بلکہ اس نے ہمیشہ ہی نہ المند فرمائی یا معشر الملوک قد اقی الملائک  
و الملائک للہ المہمین القیوم اے بادشاہوں کے گروہ مالک آگیا اور ملک خدا  
مہمین و قیوم ہی کا ہے۔ طوفانِ در و درِ اب الانام فی ہذا الايام التي مسا  
ادرکت مثلھا العیون فی قرون الاولین انہوں میں جنگی مثال پہلے نہ تو  
کی کسی آنکھ نے نہیں دیکھی تم مخلوقات کے رب کی زیارت کرو اور طواف کرو، غل  
بھند الظہور مرجع حدیث الطور و الفخ فی الصور و قام العباد للہ الغر فی الودود

اذکرها انزل الرحمن فی الغرقان یوم لقیوم الناس لرب العالمین کہہ رہے ہیں  
ظہور سے طور کا واقعہ بھڑکنا ہو گیا اور صور بھی بھڑک گیا، غالب اور پیار کرنے والے  
خدا کے لئے بندے اٹھ کھڑے ہوئے یاد کر دو جو رحمن نے قرآن میں نازل فرمایا کہ  
جس دن لوگ رب العالمین کی حضوری کے لئے اٹھ کھڑے ہونگے۔

قد اتت الساعۃ الی کانت مکتونة فی علم اللہ ونادت الذرات قداتی  
القدیم ذوالجہد العظیم الساعۃ یعنی وہ گھڑی ابہر بخجی جو خدا کے علم میں پوشیدہ  
تھی اور تمام ذرات بکار اٹھے کہ بزرگی اور عظمت والا قدیم آگیا۔

کو کب ہندج نہ بہم ملے "ظہور کے لئے جو مقام مقدر اور جس نام سے وہ دوسم  
ہے وہ یہ ہے جسکی بابت تمام کتب مقدسہ کا ارشاد و بیان ہے کہ اندہ نطق فی کل شان  
انہی انما للہ لا الہ الا انارہ کل شیء وانما معہ خلق ان یا خلقہ ایای فاضلہ من کی  
شان گفتگو ہر شان میں یہ ہو کہ تحقیق میں خدا ہوں میرے سوا کوئی خدا نہیں میں ہر  
چیز کا رب ہوں اور جو کچھ میرے سوا ہے وہ میری مخلوق ہے، میں حکم دیتا ہوں کہ  
اے میرے مخلوق صرت میری ہی جہاد کرو (تجلیات)، ہمیشہ سے میں نے جبروت  
بقا میں ہی کہا ہے کہ میرے سوا کوئی نہیں قدیم خدا نہیں اور ہمیشہ ملکوت اسما  
میں کتا رہو تم کا کہ میں ہی خدا ہوں میرے سوا کوئی عزیز و محبوب خدا نہیں ہے  
روح البیکل ۱۔

(۴) بہار اللہ کا ظہور سچ موعود کا ظہور ہے۔

کو کب ہندج ۸ نمبر مٹا بسلسلہ عنوان حضرت بہار اللہ کا دعویٰ چوتھا استدلال چونکہ حضرت بہار اللہ نے اپنے آپ کو آمد روح اللہ کہا ہو اور احادیث میں حضرت مسیح کے دوبارہ آمد کی خبر ہے جو خدا کے رسول تھے لہذا ثابت ہوا کہ حضرت بہار اللہ بھی رسول تھے (الجواب) دنیا سے اٹھ جانے والے مسیح کی دوبارہ آمد کا خیال ایک غلط خیال ہے جسے رفتہ رفتہ عقلمندان چھوڑتے چلے جا رہے ہیں، ہاں البتہ مسیح ضرور آئے گا لیکن باپ کے جلال میں جسے ہم اشعیا نبی کی پیشین گوئی میں قدیم باپ کا ظہور کے نام سے دکھا چکے ہیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے قد اتی الاب باپ آگیا کتاب میں مٹا سوا سے ظہور مسیح کو یا ظہور روح اللہ کو یا باپ کا ظہور کو یا خدائے قادر اور رحمن کے ظہور کے نام سے یاد کرو مطلب ایک ہی ہے۔

مذکورہ بالا دعویٰ کے تفصیلی ابطال کے لئے تو ایک مستقل تالیف کی ضرورت ہے جسکے لئے کسی آئندہ فرصت کا انتظار ہے لیکن میں تو سر دست جب ان دعویٰ کو ان پیشین گوئیوں پر منطبق کرنا چاہتا ہوں جو امام مہدی اور عیسیٰ مسیح کے ظہور کے متعلق مستند احادیث فریقین میں وارد ہوئی ہیں تو ان دونوں میں کوئی تضلع نظر نہیں آتا۔

ان پیشین گوئیوں سے صاف ظاہر ہے کہ

(۱) حضرت مہدی ایسے وقت میں کہ جب دنیا ظلم و جور سے ملبو ہوگی ظاہر کر دینا کر عدل و انصاف سے ملو کر دینگے۔



(۲) وہ خدا کی طرف سے منصور و مؤید اور خاص جاہ و جلال اور عزت و اقتدار کے مالک بنا کر ظاہر کئے جائیگے جن کے ہاتھوں دین حق کا دور دورہ اور باطل طاقتوں کو شکست ہوگی۔

(۳) وہ خود ایک مخصوص عظمت و اہمیت اور امامت و پیشوائی کے درجہ کے مالک ہیں جس کی بنا پر رسول کے احادیث میں کن بر طاقت و پر شکوہ الفاظ سے کتنی زیادہ مرتبہ انکے آنے کی پیشین گوئی کی گئی، اگر وہ صرف ایک بشر کی حیثیت رکھتے ہوتے جو اپنے بعد والے ظہور کی پیشین گوئی کرے تو احادیث میں خود ان کے ظہور کے متعلق اتنے اہتمام کی ضرورت نہ تھی بلکہ یہ تمام اہتمام اس ظہور کے متعلق صرف کیا جاتا جو مقصد واصل تھا۔

(۴) حضرت مسیح کا ظہور امام ہمدی کے ساتھ بحیثیت معاون و شریک کا ہو گا اور وہ امام ہمدی کی بیعت کریں گے اور انکے پیچھے نماز پڑھیں گے جس سے صاف ظاہر ہے کہ انکا ظہور مکمل بشری میں بحیثیت انسان کے ہو گا نہ بحیثیت خالق انسان کے۔ حضرت مسیح کے ظہور کو باپ کے جلال میں بتلانا عقیدہ تثلیث اور عیسیٰ کے ابن اسرہونے کے خیال کا منطقی و عقل نقل اور سلامی عقیدہ کے خلاف ہے۔

(۵) حضرت ہمدی کو قوم عرب کی حکومت حاصل ہوگی لیکن انہیں ہرگز حضرت علی محمد باب کی تحریک کو آج تک ملک عرب میں کوئی مقبولیت

حاصل نہیں ہوئی۔

(۶) حضرت ہمدی رسول کے ہمام ہونگے حضرت نقطہ اولیٰ کا نام علی محمد تھا جس میں عربی و فارسی کے قاعدہ سے رکن عظم ہوا۔ لفظ ہوا۔ جرد و سراجین معلوم ہوا کہ ان امارت کو جن میں امام ہمدی کے ظہور کی پیشین گوئی ہے اہم قسم کے پادر ہوا۔ اعدادی سے جو سوائے ظاہری طبع کا۔ ہی کے کسی مضبوط بنیاد پر قائم نہیں ہیں کوئی تعلق نہیں ہے۔

## آفتاب مامت کا فروغ

اور  
بے بنیاد خیالات کی شکست

حضرت ہمدی آخر الزمان کا وجود اور عنماۓ اسلام کا اجتماع طلبائے خالص کی نقل بنانے میں کتنی دشگاہی صرف کر دی جائے لیکن اس کا واقعی امتیاز سلب نہیں ہو سکتا، بیشک گوگون کی آنکھیں غلط فہمی کے نگ میں مبتلا ہونگی حقیقت گم نہیں ہو سکتی چاہے کتنی صورت کے کتنے ہی راستے بنا کر عقول و افہام کے لئے بھول بھالیان طیار کر دی گئی ہوں۔ شیعہ فرقہ کہ جسکے مذہبی روایات میں امام ہمدی کا وجود کسی کلی عنوان اور مبہم صورت سے ثابت نہیں بلکہ وہ اتنے شخصی تعینات میں گمراہ ہے جسکے وجود

کسی دوسرے کی شرکت نامکن ہو جاتی ہے وہ اس قسم کی آواز دن پر اعتبار کو  
 بھی اپنے کارآمد اوقات کی تفسیح کے مراد خیال کرنے پر مجبور رہے شیعی فرقہ  
 کے اعتقاد میں امام عصر ہمدی موعود قائم آل محمد حجت منتظم ح م د  
 بن حسن العسکری علیہ علی آباءہ افضل الصلوٰۃ والسلام بن جن کی ولادت  
 شب نیمہ شعبان ۲۵۴ھ کو سامرہ میں ہوئی اور وہ حکم الہی اُن اسرار حکم  
 کی بنا پر جو علم کمون باری میں مضمر ہیں اور جن کے متعلق اپنی عاجز ذما صر  
 ناکر کی رہنمائی کے مطابق ہم نے بھی روشنی ڈالی ہے لیکن کی نظر دیں سے  
 غائب رکھ کر اپنے مقصد اصلی اور فریضہ منصبی کو ادا کر رہے ہیں اور ہوقت  
 تک غائب ہیں گے جب تک مشیت باری اس دنیا کے قریبی زمانہ میں قیام  
 سے متعلق نہیں ہوئی ہے اور جبکہ ایسا ہو تو خداوند عالم انکو ظاہر فرمایگا جس کے  
 ساتھ تمام پیشین گوئیوں پروری اور علامات حقیقی طور پر منطبق ہونگے جس میں  
 خواہ مخواہ کی ساخت پر دخت کو دخل نہ ہوگا۔

ہم اے مستند تاریخی روایات اور احادیث حضرت کی ولادت وغیب  
 کے واقعات سے ملو اور تو آخر قطعی کی حد سے متجاوز ہیں جو کم سے کم ہمارے لئے تو  
 اس عقیدہ کا صحیح مستند ہو سکتے ہیں لیکن علمائے اہلسنت میں سے بھی کثیر التعداد  
 افراد ان روایات کے نقل میں ہمارے ہم آواز ہیں اور انھوں نے حضرت کی  
 ولادت وغیب کے واقعات کو جزم و یقین کے ساتھ درج کیا ہے چنانچہ سالہ

کے منقولہ نظر مقدار سے زیادہ آگے نہ بڑھنے کی غرض سے اس موقع پر صرف اُن حضرات کے اسما پر الکفا کی جاتی ہے اور آئندہ موقع پر اکثر ان کے عبارات و تقریحات کی تفصیلی صورت پر درج کرنے کا ارادہ ہے۔

(۱) ابوسلمہ کمال الدین محمد بن طلحہ قرشی مصنف مطالب السؤل۔

(۲) حافظ ابو عبد اللہ محمد بن یوسف کجی شافعی مصنف کفایۃ الطالب و

کتاب البیان فی اخبار صاحب الزمان۔

(۳) نور الدین علی بن صباح مالکی مصنف فصل ہمہ۔

(۴) شمس الدین ابوالنظر یوسف بن قزغلی بن عبد اللہ البغدادی الحنفی

المعروف بسبط ابن الجوزی مصنف تذکرۃ خواص الامۃ۔

(۵) شیخ کبر مجتبیٰ الدین بن عربی طائی اندلسی مصنف فتوحات۔

(۶) شیخ عبدالوہاب شعرائی مصنف کتاب الیواقیت احوال ہر فی حقہ الکاظم

(۷) عارف کامل شیخ حسن عراقی۔

(۸) شیخ علی خواص براسی۔

(۹) نور الدین عبد الرحمن جامی خفی مصنف شہادۃ النبوة۔

(۱۰) حافظ محمد بن محمد بن محمد المعروف بنو اصبہ یا سبجاری مصنف

کتاب فصل الخطاب۔

(۱۱) حافظ ابو الفتح محمد بن ابی الفوارس مصنف کتاب اربعین۔

- (۱۳) شاه عبدالحق محدث دهلوی مصنف رساله مناقب الائمه  
 (۱۴) سید جمال الدین عطاء الله شیرازی مصنف روضه الاحباب -  
 (۱۵) حافظ ابو محمد احمد بن ابراهیم بن اشم طوسی بلاذری حیات مسلمات  
 (۱۶) ابو محمد عبد الله بن احمد بن محمد بن خشاب مصنف کتاب تواریخ  
 البریه الامم و دوفیاتهم -  
 (۱۷) قاضی شهاب الدین ملک العلماء دولت آبادی مصنف دایرة السعداء  
 (۱۸) شیخ علی متقی مصنف کتاب البرهان فی علایات هدی خزانة الزمان  
 (۱۹) فضل بن دزبان شیرازی مصنف ابطال الباطل -  
 (۲۰) شیخ سلیمان قندوزی حنفی بلخی مصنف نهایة الودعة -  
 (۲۱) شیخ الاسلام شیخ احمد جامی  
 (۲۲) صلاح الدین صفیدی -  
 (۲۳) شیخ عبد الرحمن بطامی -  
 (۲۴) مولوی علی اکبر بن اسد الله مولوی مصنف کتاب کاشفات  
 (۲۵) شیخ عبد الرحمن عارف مصنف مرآة الاسرار  
 (۲۶) قاضی جواد سابطی مصنف کتاب براہین ساطیہ  
 (۲۷) شیخ سعد الدین حموی خلیفه نجم الدین الکریمی -  
 (۲۸) شیخ عارف متاله عامر بن عامر بصری مصنف قصیدہ ذی الانوار

(۲۸) شیخ ابو المعالی صدر الدین تولوسی۔

(۲۹) مولانا کے رد مصنف ثنوی۔

(۳۰) شیخ محمد عطار مصنف منظر الصفات۔

(۳۱) سید علی ہمدانی مصنف کتاب المودۃ فی القرنی۔

(۳۲) یوسف بن محمد خطیب خوارزمی مصنف مناقب۔

(۳۳) عبداللہ بن محمد مطیری مدنی شاعری شعری نقشبندی مصنف

کتاب ریاض زاہرہ۔

(۳۴) ابو المعالی محمد سراج الدین رفاعی مخزومی مصنف صحاح الاخبار

جبائے کثیر تعداد علماء اہلسنت بھی ہمارے ہم آواز ہیں اور سنی احادیث کے

مندرجہ خصوصیات (اسمہ اسمی) (من عترتی) (من دلاء کھین)

وغیرہ بھی حضرت پر پورے پورے منطبق ہیں اور عقلی و نقلی ادلہ کا

اقتضا ہے کہ دنیا کسی وقت امام سے خالی نہیں ہو سکتی اور امام حسن

عسکری علیہ السلام کے بعد کسی امام کا پتہ سوائے حضرت کے نہیں

ہوتا اور غیبت کے وجہ و اسباب بھی عقلی روشنی میں مکمل طور پر ثابت

ہو چکے ہیں کہ وہ بالکل صول حکمت و صلاح کے مطابق ہے تو یقیناً

حضرت کے وجود و غیبت و امامت میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا،

خدا عام مسلمانوں کو تو فہم دے کہ وہ آنکھ کھول کر اس مسئلہ کے

پہلوان پر نظر ڈالیں اور اپنے امام زمانہ کی معرفت کو حاصل  
 کر کے متفقہ حدیث من مات ولہ یعرف امام زمانہ کی روش سے  
 اپنے تئیں علیحدہ کر بن - دامت السلام

علی نقی النعمانی عفی عنہ  
 شعبان ۱۳۵۱ھ



JUN 11	
Oriental	
UNIVERSITY	
Accession	۸۹۳
Subject	

# حج و بیات

اپنی نوعیت کی پہلی کتاب جو عالم اسلام میں ظاہر ہوئی۔ یہ سالگشتہ عراق میں مشاہدہ مشرفہ امہ معصومین سلام علیہم سے جو حیرت انگیز مظاہر قدرت یعنی معجزات ظاہر ہوئے ان کے مستند تفصیلی و اتومات ذاتی تحقیقات اور مستند ذرائع سے تصدیق شدہ معلومات حاصل کر کے ایک جانشائع کر دیئے گئے ہیں جو ابابایان کے لئے بصیرت افروز اور تمام مذاہب اقوام کے مقابل میں صداقت و حقانیت کی دلیل ہیں یہ کتاب بھی حضرت سید العلماء مولانا سید علی نقی صاحب قلم مجتہد العصر امام ظلہ کا نتیجہ قلم اور انہی کی ذاتی تحقیقات اور کاوش کا نتیجہ ہے جو کتاب کی ادبی منزلت اور سند و اعتبار کی حیثیت کیلئے بہترین ضمانت ہے ۲۰ + ۲۶ کی تقطیع پر اعلیٰ کاغذ و طباعت کے ساتھ تیار ہے اور اس میں متعدد شفا یافتہ افراد کے نوٹ بھی شامل ہیں جو کتاب کی دیدہ زیبی اور نیز اس کے اعتبار و استناد میں اضافہ کا باعث ہوئے ہیں قیمت علاوہ موصولہ اک عدد

چلنے کا پتہ

سید بن حسین انیر می سکریٹری امایشن حسین آباد لکھنؤ



# یا قِیُّمُ اجْبِنِّ اِیَّیْکَ لِلّٰہِ

اے قوم جو اب سے خدا کی طرف سے پکارتے والے کا

برادرانِ ایمانی سلام علیکم  
امامیہ مشن کی دینی و قلمی خدمات آپ حضرات کی نظروں سے پوشیدہ  
نہیں ہیں اس سلسلہ میں جیسا کہ اس سے قبل بھی عرض کیا جا چکا ہے جتنک  
کہ ہر فرد قوم تقویٰ قربانی نہ کرے اس کام کو تیزی کے ساتھ آگے نہیں  
بڑھایا جاسکتا۔ چنانچہ ضرورت اس امر کی ہے کہ شیعیانِ امیرالمومنین کثیر تعداد  
میں اس تبلیغی ادارہ کے ممبرین کو سہاری تقویت کریں چند سالانہ کم سے کم  
ایک دو پیسہ ہو اور جو مومنین اس سے زائد محنت فرمادیں وہ ان کی توفیق پر  
مختصر ہو اور ممبران کے لئے یہ رعایت ہوگی کہ آئندہ جو رسالے شائع ہونگے  
وہ ان کو نصف قیمت پر دئے جائیں گے۔

فارم ممبری ہم سے طلب فرمائیے اور خود بھی ممبر بنیے اور دیگر مومنین کو  
بھی ممبر بنا کر عند اللہ و عند الرسول ماجر ہو جائیے۔ فقط

خادم ملت  
سید ابن حسین عفی عنہ  
آزادری سکریٹری امامیہ مشن  
حسین آباد۔ گھنٹو





